ماہنامہ جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

(قیمت 10 روپے)

جلد نمبر 29 ...... شمارہ نمبر 10 ...... اکتوبر 2022

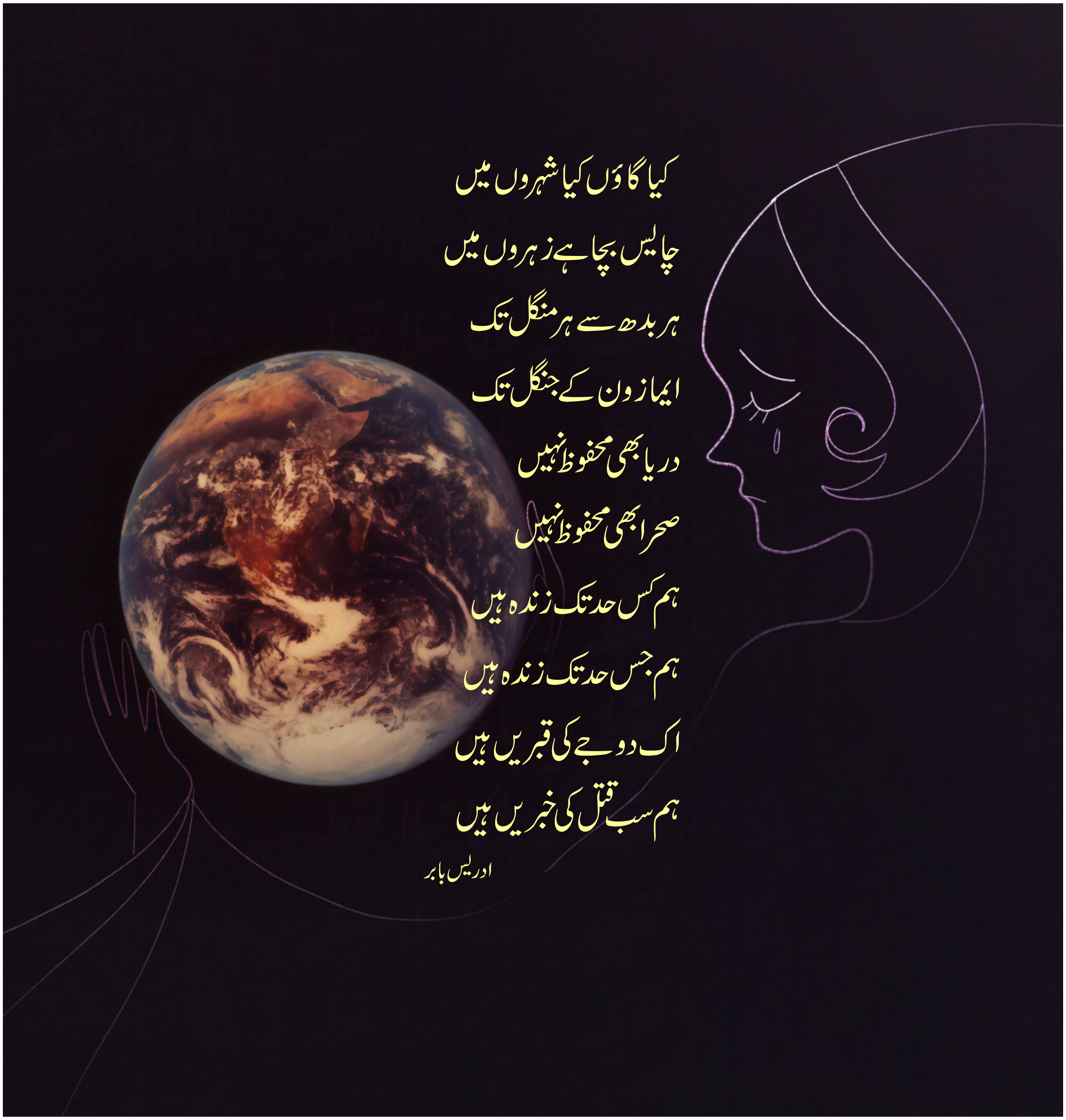

ماحول بچاؤ، دنیا بچاؤ

HRCP شکایات سیل

ایچ آرسی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص شعبہ موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔اس وقت سے، ایچ آرسی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آرسی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ہم پولیس کی زیادتیوں، خواتین کے خلاف تشدد، محکمہ جاتی مسائل، اقلیتوں کے حقوق، جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب، جبری گمشدگیوں، سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔تاہم، مالی معاونت، سیاسی پناہ، جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار: جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کردیتے ہیں۔اس کے علاوہ، ہمارا مندرجہ ذیل اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

پنجاب

- اسسٹینٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس برائے
- انسانی حقوق سیل، پنجاب
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، پنجاب
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، لاہور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، پنجاب
- پنجاب کمیشن برائے حقوق نسواں
- پنجاب ویمن پروٹیکشن اتھارٹی
- شہید بے نظیر بھٹو انسانی حقوق مرکز برائے خواتین، بہاولپور
- متاثرین کی معاونت کا مرکز، لاہور
- ویمن، ہیلپ ڈیسکس (پنجاب پولیس) ملتان
- پنجاب پولیس کے ضلعی ویمن ڈیسک، ملتان
- خواتین کے خلاف تشدد سے متعلق مرکز، ملتان

سندھ

- اسسٹنٹ انسپکٹر جنرل آف پولیس، سندھ
- ڈائریکٹر چائلڈ پروٹیکشن بیورو، کراچی
- ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ آف پولیس برائے انتظامی امور، حیدرآباد
- ڈپٹی سپرینٹنڈنٹ آف پولیس برائے انسانی حقوق سیل، سندھ
- محکمہ انسانی حقوق، حکومت سندھ
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کراچی (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی محتسب کا دفتر، سندھ
- پولیس سہولت مرکز، حیدرآباد
- سینئر سپرینٹنڈنٹ آف پولیس، حیدرآباد
- سندھ کمیشن برائے حقوق نسواں
- سندھ انسانی حقوق کمیشن

خواتین اور بچوں کے تحفظ کا مرکز، سندھ

ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، حکومت سندھ

ویمنز پولیس اسٹیشن، حیدرآباد

بلوچستان

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، کوئٹہ (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، بلوچستان
- ویمنز پولیس اسٹیشن، کوئٹہ
- ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ، بلوچستان

دارالحکومت اسلام آباد

- انسپکٹر جنرل آف پولیس، اسلام آباد
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق
- قومی کمیشن برائے حقوق نسواں

خیبر پختونخوا

- جینڈر ڈیسک، سوات
- انسپکٹر جنرل آف پولیس، خیبر پختونخوا
- خیبر پختونخوا چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر کمیشن
- خیبر پختونخوا کمیشن برائے حقوق نسواں
- خیبر پختونخوا ویمن کرائسز سینٹرز، مردان
- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق، پشاور (صوبائی دفتر)
- خواتین کے خلاف کام کی جگہ پر ہراسانی کے محتسب کا دفتر، خیبر پختونخوا
- ویمنز پولیس اسٹیشن، سوات

گلگت بلتستان

- آغا خان مصالحتی وثالثی بورڈ، گلگت
- محکمہ سول انتظامیہ و پولیس، گلگت بلتستان
- محکمہ انسانی حقوق، گلگت بلتستان

خواتین اور بچوں کی پناہ گاہیں جہاں شکایات سیل کیسز کو ریفر کرتا ہے:

دستک چیریٹیبل ٹرسٹ، لاہور

خواتین کے خلاف ہراسانی کے محتسب کا دفتر، ملتان

پناہ شیلٹر ہوم، کراچی، ایدھی ہومز اینڈ ایدھی یتیم خانے، کراچی

بے نظیر شیلٹر ہوم، کوئٹہ، ایدھی ہوم، کوئٹہ، آبرو شیلٹر ہوم، کوئٹہ

نور ایجوکیشن ٹرسٹ شیلٹر، پشاور

شکایات سیل سائبر ہراسانی کے کیسز مندرجہ ذیل اداروں کو ریفر کرتا ہے:

بولو بھی، کراچی

ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن، لاہور

ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، کراچی

ایف آئی اے نیشنل ریسپانس سینٹر فار سائبر کرائم، پشاور

چند سنگین نوعیت کے معاملات میں ایچ آرسی پی ایک فیکٹ فائنڈنگ ٹیم بھیجتا ہے تاکہ شکایت کی مزید چھان بین کی جا سکے۔جس کے بعد ہم اپنے مشاہدات کی بنیاد پر ایک بیان یا رپورٹ جاری کرتے ہیں ہم صرف انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں سے متعلق مشترکہ شکایات کی صورت میں قانونی معاونت فراہم کرتے ہیں

ریفرل کے دیگر روابط

اے جی ایچ ایس لیگل ایڈ سیل، لاہور سے تعلق رکھنے والی یا ان خواتین کے لئے جن کے (مقدمات لاہور کی عدالتوں میں زیر سماعت ہوں)

سوسائٹی فار اسپیشل پرسنز۔ملتان

دستگیر لیگل ایڈ فاؤنڈیشن، ملتان

پاکستان ہیومن ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، ملتان

ڈاکٹر ایس ہارون احمد برائے نفسیاتی خدمات، کراچی

ڈوپولائن فری کلینک برائے نفسیاتی خدمات، کراچی

لیگل ایڈ سوسائٹی، حیدرآباد، رسلنگ بیریئرز ویمن، کوئٹہ

ہم سے رابطہ کریں: آپ ہمیں کال کرسکتے ہیں، واٹس ایپ کرسکتے ہیں، ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کرسکتے ہیں۔آپ اپنے قریبی ایچ آرسی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کرواسکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کرسکتے ہیں۔

لاہور

طاہرہ حبیب/لاریب سعید
0333 200 6800 (طاہرہ حبیب)
0321 341 4884 (لاریب سعید)
042 3584 5969
042 3586 4994
ایوان جمہور، 107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
hrcp@hrcp-web.org
complaints@hrcp-web.org

کراچی

نداتنویر/عبدالحئی
0315 111 6287 (نداتنویر)
0333 3046674 (عبدالحئی)
021 3563 7131
021 3563 7132
یونٹ نمبر 08، فرسٹ فلور، اسٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (آئیلا کو ہاؤس)، عبداللہ ہارون روڈ صدر، کراچی
karachi@hrcp-web.org

پشاور

اسماء خان
091 5844253
0331 9352097
اعظم چشتی روڈ، شیرازی کالونی، گلی نمبر 1، پیپل اسٹاپ، ریلوے روڈ، پواکا، پشاور
peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد

سمیتا عالم
0313 5358995
051 8351127
آفس نمبر 1 بی، سیکنڈ فلور، بلاک ڈی 12۔ (نزد پی ایس او پمپ) جی۔8 مرکز، اسلام آباد
islamabad@hrcp-web.org

کوئٹہ

نائلہ رحیم
0306 294 6125
081 282 7869
فلیٹ نمبر سی۔6، کبیر بلڈنگ، ایم اے جناح روڈ، کوئٹہ
quetta@hrcp-web.org

حیدرآباد

افشاں سمیتو
022 278 3688
022 272 0770
0310 339 2222
آفس نمبر 306، فائزہ آرکیڈ، صدر، حیدرآباد
hyderabad@hrcp-web.org

ملتان

انیلہ اشرف
061 451 7217
0331 665 5529
مکان نمبر 24۔اے، ابدالی کالونی، گلی مسجد ٹیناں والی، ڈیرہ اڈا، ملتان
multan@hrcp-web.org

گلگت

ظہیر اسراج
0344 5475553
0355 4541088
آفس نمبر 9-8، رنگ یل پلازہ، جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد جٹیال، گلگت
gilgit@hrcp-web.org

تربت/مکران

وقار قیوم
0852 413365
0323 234 2406
پرواز ہاؤس، پسنی روڈ، تربت، کیچ
ghaniparwaz@hotmail.com

فہرست

متاثرہ علاقوں کی صورتحال سے متعلق چند گھمبیر مسائل اور خدشات 03

پریس ریلیزیں 04

کہانی: 'ہائے میرے تو بچے بہہ گئے' 05

سندھ: سیلاب کے بعد بیماریوں کا پھیلاؤ، عالمی ادارہ صحت کا 'ایک اور تباہی' کا انتباہ 07

ضلع شہید بینظیر آباد میں نقصانات کا جائزہ 08

گلگت بلتستان، آئینی شناخت کا طویل انتظار 09

پاکستان میں تعلیم کی صورتحال 11

اٹک: چار بچوں کو احمدی ہونے کی بنا پر سکول سے نکال دیا گیا 12

ڈوبتے پاکستان میں خواجہ سراؤں کا خوف 13

اولین ایجنڈا 14

اختر بلوچ کی یاد میں ----- 15

فرقہ وارانہ تقسیم کا شکار معاشرہ خواتین کی تفریح کے خلاف یکجا 18

متاثرہ علاقوں کی صورتحال سے متعلق چند گھمبیر مسائل اور خدشات

محترم ساتھیو!

ملتان، کراچی اور حیدرآباد کا دورہ کرنے اور اپنے اراکین اور دیگر کارکنان کی باتیں سننے کے بعد، میں آپ کو سیلاب سے متاثرہ علاقوں کی صورتحال کے حوالے سے چند گھمبیر مسائل اور خدشات سے آگاہ کرنا چاہتی ہوں۔

اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس حد تک تباہی ہوئی تاریخ میں اِس کی مثال نہیں۔ یہ کسی بھی حکومت کے بس میں نہیں ہوگا کہ وہ اتنے بڑے پیمانے پر انسانی نقل مکانی، تباہی اور انفراسٹرکچر کو پہنچنے والے نقصان سے نمٹ سکے۔ ملک جس معاشی بحران سے دوچار ہے اُس کی بدولت اب حکومتوں کے پاس اتنے وسائل نہیں رہے کہ وہ اس صورت حال سے پیدا ہونے والی ضروریات کا اچھی طرح بندوبست کرسکیں۔

اگرچہ تمام صوبوں میں ہی بڑی تعداد میں لوگ سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں لیکن صوبہ سندھ سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ بلوچستان میں انفراسٹرکچر کو پہنچنے والے نقصان نے پہلے سے ہی ناکافی انتظامات کو مزید کم کر دیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ساڑھے تین کروڑ سے زیادہ لوگ رہائش، ذرائع معاش اور بقا کے دیگر ذرائع سے محروم ہیں۔ بہت سے لوگ اب بھی سیلاب زدہ علاقوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے زیادہ تر اب بھی رہائش، خوراک اور طبی امداد جیسی امداد کے منتظر ہیں۔

صوبائی حکومتیں اور وفاقی حکومت میدان سے غائب نہیں اور امدادی سرگرمیوں اور ریسکیو کے کاموں میں مصروف ہیں، مگر وہ متاثرین کی بہت بڑی تعداد کو امداد فراہم کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی ہیں۔ ان شعبوں میں کام کرنے والے رضا کاروں میں اس بات پر عمومی اتفاق رائے ہے کہ بعض علاقوں میں مقامی سطح پر ناقص منصوبہ بندی، کمزور رابطہ سازی اور افسر شاہی کی بے حسی نے حکومتوں کی کارکردگی اور عوام کے مصائب و مشکلات کو دور کرنے کی صلاحیت کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ حکومتوں کی کارکردگی میں ان خامیوں نے اِس بحران کی شدت کو بڑھا دیا ہے۔ متاثرین کے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ ہماری بات چیت کے دوران بہت سے لوگوں نے این ڈی ایم اے اور پی ڈی ایم اے کی کارکردگی کو تنقید کا نشانہ بنایا۔

اس کے علاوہ، ہمارے ساتھ گفتگو کرنے والے زیادہ تر لوگوں کا کہنا ہے کہ متاثرین کی امداد کے لیے سرکاری سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ این جی اوز، فلاحی تنظیمیں، انفرادی رضا کار اور انسانی حقوق کے دفاع کار بھی متاثرین کی مدد کے لیے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ درحقیقت، ان میں سے کچھ غیر سرکاری تنظیمیں، مثال کے طور پر ایدھی فاؤنڈیشن اُن اداروں میں شامل تھیں جنہوں نے سب سے پہلے ریسکیو آپریشن شروع کیا اور بہت سے لوگوں کی جانیں بچائیں، خاص طور پر بلوچستان اور سندھ میں۔

مبصرین اور رضا کارانہ امدادی کارکنان نے یہ نشاندہی کی ہے کہ اب تک قائم ہونے والی تمام حکومتوں کی ماضی کی ناکامیوں نے بحران کے منفی اثرات میں اضافہ کیا ہے۔ ان ناکامیوں میں ضروری بنیادی ڈھانچے کی تعمیر میں کوتاہی؛ عمارتوں کی تعمیر کی اجازت شامل ہے جس سے دریاؤں، نہروں اور پانی کے دیگر ذرائع کے قدرتی بہاؤ میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ اس کے علاوہ، ماحولیاتی انحطاط کو روکنے کے لیے مناسب اقدامات کرنے میں کوتاہی برتی گئی۔ جنگلات کی کٹائی ہوئی اور سرسبز پہاڑ درختوں سے خالی کر دیے گئے جس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر لینڈ سلائیڈنگ ہوئی ہے۔

اُنہوں نے متاثرین کی بامعنی بحالی کے لیے اٹھائے جانے والے اہم اقدامات کی بھی نشاندہی کی ہے۔

- سب سے پہلے، تمام متاثرہ آبادی کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آیا جائے اور ان کی فعال شرکت کے بغیر بحالیِ نو کی منصوبہ بندی نہ کی جائے۔
- بحالیِ نو سے متعلقہ تمام شعبوں کے ماہرین کو اِس عمل میں شامل کیا جانا چاہیے اور منصوبے ہر ایک مقامی علاقے کی مخصوص ضروریات کو مدِنظر رکھ کر بنائے جائیں تاکہ یہ سماجی ماحول سے ہم آہنگ ہوں اور لوگوں کی طرزِ زندگی سے غیر ہم آہنگ نہ ہوں۔
- خواتین، بچوں اور خصوصی ضروریات کے حامل افراد کی ضروریات کو منصوبہ بندی میں اوّلین ترجیح دی جائے اور مقامی آبادی کے ساتھ کی جانے والی تمام مشاورتوں میں اُنہیں شامل کیا جائے۔
- خواتین کو مالی معاوضے کی اسکیموں، یا زمین کے استحقاق یا الاٹمنٹ کے تعین میں کسی بھی وجہ سے خارج یا نظرانداز نہ کیا جائے۔
- اقلیتوں یا خواجہ سراء افراد جیسی برادریوں کو مشاورت سے خارج نہیں کیا جانا چاہیے اور مذہب، نسل، ذات یا صنف کی بنیاد پر کسی کے ساتھ امتیازی سلوک یا اُن کے مفادات کو نقصان پہنچانے والے کسی بھی عمل کو برداشت نہ کیا جائے۔
- قومی وسائل یا غیر ملکی عطیات خرچ کرنے میں مکمل شفافیت ہونی چاہیے اور اس حوالے سے تمام معلومات عوامی سطح پر دستیاب ہونی چاہئیں۔

ایچ آر سی پی نے نقصانات کا اندازہ لگانے کے لیے پہلے سے ہی چاروں صوبوں میں سروے شروع کر دیا ہے تاکہ ہم ممکنہ بحرانوں کا اندازہ لگا سکیں جیسے کہ خوراک کی قلت، ذرائع معاش کا نقصان یا بے روزگاری، اور بحالیِ نو کے اقدامات کا علم ہوسکے جو زندگی کو معمول پر لانے کے لیے ضروری ہیں۔ ایچ آر سی پی اِس سال کے آخر میں ایک قومی کانفرنس بھی منعقد کرے گا تاکہ حکومت کی توجہ اُن سفارشات کی طرف مبذول کرائی جائے جو ہم سروے کے بعد کرتے ہیں۔

میں چاہوں گی کہ ہمارے کارکنان ہمیں اپنی سرگرمیوں، آراء اور مشاہدات اور موجودہ بحران سے متعلق اپنی تجاویز سے آگاہ رکھنے کا سلسلہ جاری رکھیں۔

(حنا جیلانی) چیئرپرسن، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

ایچ آر سی پی عالمی برادری سے ہرجانے کی ادائیگی، ماحولیاتی انصاف کے مطالبے کا حامی ہے

کم از کم تین کروڑ افراد کو متاثر کرنے والے تباہ کن سیلاب کو مدِنظر رکھتے ہوئے، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اِس مطالبے کا پرزور حامی ہے کہ عالمی برادری پاکستان کو فوری طور پر ہرجانہ ادا کرے، خاص طور پر وہ ممالک جو زیادہ گرین ہاؤس گیسیں خارج کرتے ہیں کیونکہ وہ اِس ماحولیاتی بحران کے براہ راست ذمہ دار ہیں۔

مہنگائی کی ریکارڈ بلند شرحوں اور معاشی بحرانوں کی بدولت پہلے ہی نقدی کی قلّت کے شکار، پاکستان میں کم آمدنی والے طبقے پورے ملک میں آنے والے غیرمعمولی سیلاب کے باعث تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں- 1,000 سے زیادہ جانیں ضائع ہوئیں، اور گھر اور ذرائع معاش تباہ ہو گئے۔ سڑکیں اور صحت کا بنیادی ڈھانچہ بشمول صحت کے بنیادی مراکز اور ضلعی اسپتال بھی زیرِ آب آ گئے ہیں جس سے وہ لوگ شدید خطرے سے دوچار ہیں جنھیں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے جیسے کہ حاملہ خواتین، بچے اور عمر رسیدہ لوگ۔

اگرچہ سیلاب سے متاثرہ افراد کے لیے حکومت کے امدادی و بحالیِ نو کے منصوبے میں بہتری کی بہت زیادہ گنجائش موجود ہے، لیکن یہ واضح ہے کہ پاکستان ایک ایسی آفت کی لپیٹ میں ہے جس سے بچاؤ ممکن تھا اور اِس سے بھی اہم بات کہ جس میں اِس کا اپنا کوئی قصور نہیں۔۔ عالمی بینک اور ایشیائی ترقیاتی بینک کے مطابق، تاریخی طور پر گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج میں پاکستان کا حصہ صرف 0.4 فیصد رہا ہے۔ اِس کے باوجود، یہ دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جو ماحولیاتی تبدیلی کے اعتبار سے سب سے زیادہ خطرے سے دوچار ہیں۔ یہ عدمِ توازن اِس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ تمام ممالک کو یکجا ہونا چاہیے اور نہ صرف موسمیاتی تبدیلی کے مسئلے کا حل طے کرنا چاہیے، بلکہ ماحولیاتی انصاف کے حوالے ایسے اقدامات بھی کرنا ہوں گے جو مساوات اور جوابدہی کے اصولوں کو سرِ فہرست رکھیں۔

اِس وقت پاکستان کے وسائل عوام کی بحالیِ نو اور ڈھانچے کی تعمیرِ نو کے لیے استعمال ہونے چاہئیں نہ کہ بیرونی قرضوں کی ادائیگی پر۔ موسمیاتی تبدیلیوں کی مد میں ہرجانے کی ادائیگی سب سے بنیادی مطالبہ ہے، جس کے لیے عالمی رہنماؤں کو ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہیے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔06 ستمبر 2022]

جبری گمشدگیوں کے خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کوئٹہ میں جبری طور پر لاپتہ افراد کے اہلِ خانہ اور وزیرِ داخلہ رانا ثناء اللہ، وزیرِ قانون اعظم نذیر تارڑ اور غربت کے خاتمے کی وزیر شازیہ مری کے درمیان حالیہ ملاقات کا خیر مقدم کرتا ہے۔

یہ ملاقات اگرچہ ایک مثبت پیش رفت تھی، تاہم ایچ آر سی پی سمجھتا ہے کہ جبری گمشدگیوں کے متاثرین کی بحفاظت بازیابی کے لیے صرف یکجہتی کا اظہار کافی نہیں بلکہ اس مقصد کے لیے ٹھوس اقدام کرنا ہوگا۔ اِس طرح کی کارروائی، بدلے میں، یہ تقاضا کرتی ہے کہ ایک شفاف اور مؤثر طریقہ کار کے ذریعے مجرموں کی نشاندہی کی جائے اور اُن کا محاسبہ کیا جائے۔

جبری گمشدگیوں کے معاملے پر قائم انکوائری کمیشن تکلیف دہ حد غیرمؤثر ادارہ ہے جو کہ متاثرین کو انصاف کی فراہمی یقینی بنانے کے اہل نہیں۔ بری کارکردگی اور تنازعات جن کا سامنا کمیشن کے موجودہ چیئرمین کو کرنا پڑ رہا ہے، کے پیشِ نظر، ایچ آر سی پی کا مطالبہ ہے کہ اُنہیں عہدے سے ہٹایا جائے اور کمیشن کی خودمختاری اور سالمیت کو یقینی بنانے کے لیے اسے ایک بااختیار ادارے کی شکل دی جائے۔

لاپتہ افراد سے متعلق کابینہ کی ذیلی کمیٹی کو اپنے وعدوں پر پورا اترنا ہوگا اور جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دے کر بین الاقوامی سطح پر انسانیت کے خلاف جرم تصور ہونے والے اس عمل کے فوری خاتمے کے لیے پہلے قدم کے طور پر اِسے باقاعدہ جرم قرار دینا ہوگا۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔08 ستمبر 2022]

غزل

مذہب دے ٹھیکدار جے ایتھے
دین دے کاروبار جے ایتھے
متھے لا کے مذہب دی تہمت
بندے دیندے مار جے ایتھے
روحی، مہدی تے مستانہ
رل گئے کئی فنکار جے ایتھے
اپنا کولوں حق وی منگنا
کیڈا ہن دشوار جے ایتھے
ساہنوں ایویں وہم سی رہندا
ساڈے سارے یار جے ایتھے

(طارق محمود غوری)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔ جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،
نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تا کہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

کہانی: 'ہائے میرے تو بچے بہہ گئے'

محمد جمیل اختر

'کیا ہیلی کاپٹر آرہا ہے؟'، پتھر پر موجود ایک نوجوان نے چیخ کر ہجوم سے پوچھا

کہانی نمبر ایک: مدد کب آئے گی؟

وہ 5 تھے جو ایک بڑے پتھر کے اوپر موجود تھے اور انہیں چاروں جانب سے پانی نے گھیر لیا تھا۔

'بچاؤ، بچاؤ۔۔۔ خدا کے لیے ہمیں بچاؤ'، وہ چلا چلا کر کنارے پر موجود لوگوں کو آواز دینے لگے، تاہم پانی کی رفتار کسی کو بھی اس میں کودنے سے روکے ہوئے تھی۔

'ایمرجنسی نمبر پر فون کرو۔۔۔'، کنارے پر موجود ہجوم میں سے کسی نے کہا۔

فون کر چکا ہوں، وہ لوگ آ رہے ہیں۔۔۔، ہجوم میں موجود ایک نوجوان نے جواب دیا۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور پانی کی رفتار اس سے بھی کئی گنا تیز تھی۔ پتھر پر موجود نوجوان تھوڑی دیر کے لیے بیٹھتے تو پھر کسی پریشانی سے اٹھ کھڑے ہوتے اور پتھر پر ادھر سے اُدھر چلنا شروع کر دیتے۔

کیا ہم چھلانگ لگا دیں؟، ایک جوان نے باقی چاروں سے کہا۔

'پانی کا بہاؤ بہت تیز ہے، ڈوب جاؤ گے'۔

'تو کیا ہم یہاں کھڑے کھڑے بچ جائیں گے؟'

معلوم نہیں، مگر پانی میں چھلانگ لگانا درست نہیں۔ آؤ آواز لگا کر لوگوں سے پھر مدد کے لیے کہتے ہیں۔

کیا کوئی ہماری مدد کو آ رہا ہے؟، نوجوان نے پوری طاقت سے چیخ کر کہا۔

'ایمرجنسی نمبر پر فون کر دیا ہے، وہ لوگ ہیلی کاپٹر لے کر آ رہے ہیں۔۔'، ہجوم نے جواب دیا۔

ایک گھنٹہ مزید گزر گیا تاہم مدد نہ پہنچ سکی۔ انتظار کرتے جوانوں میں سے ایک رونے لگا۔

آہ! میں ڈوب گیا تو میرے بچوں کا کیا ہوگا۔۔۔

رومت، میں بھی تو ماں باپ کا اکلوتا بچہ ہوں، میرے بعد ان کا کیا ہوگا۔۔۔، دوسرے جوان نے کہا۔

میں گھر کا واحد کمانے والا ہوں، میری بہنیں میری موت کا سن کر مر جائیں گی۔۔۔، تیسرے نے کہا۔

شاید مدد آجائے اور ہم یہاں سے نکل جائیں، ایک جوان نے کہا۔

کیا ہیلی کاپٹر آرہا ہے؟، پتھر پر موجود ایک نوجوان نے چیخ کر ہجوم سے پوچھا۔

ہم نے پھر فون کیا ہے، ابھی ہیلی کاپٹر ایک سیاستدان کو سیر کروا رہا ہے۔ وہ واپس لوٹتا ہے تو ہیلی کاپٹر یہاں آجائے گا۔

جی تو ناظرین ہم اس وقت سیلاب زدہ علاقے میں موجود ہیں، یہاں ہزاروں لوگ بے گھر ہو چکے ہیں اور آپ دیکھ سکتے ہیں یہاں کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ یہ چند لوگ بیٹھے ہیں، آیئے ہم ان سے بات کرتے ہیں۔۔۔ ایک بڑھیا جو سر جھکائے بیٹھی تھی، اینکر پرسن نے مائیک اس کے سامنے کرتے ہوئے پوچھا، جی تو ماں جی آپ بتائیں گی کہ سیلاب میں کیا کیا بہہ گیا ہے؟

ایک گھنٹہ مزید گزر گیا۔ پانی کی لہریں اب بہت اونچی ہو گئی تھیں۔ پانچوں نوجوان اب پتھر کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔

ہم مر جائیں گے، ایک نے باقیوں سے کہا

'شاید مدد آجائے'۔

کب؟ جب ہم بہہ چکے ہوں گے؟

کیا مدد آ رہی ہے۔۔۔، ایک نوجوان نے ہجوم کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے پھر پوچھا۔

آ رہی ہے۔ تم انتظار کرو۔ ہم نے پھر فون کیا ہے، وہ کہہ رہے ہیں سارے ہیلی کاپٹر سیاستدانوں کو لے کر سیلاب زدہ علاقوں کی سیر کروا رہے ہیں۔

ہم مر جائیں گے۔۔۔ آہ! میرے بچے۔۔۔، ایک سسکتی ہوئی آواز آئی۔

آہ! میری بہنیں۔۔۔، ایک اور دم دوڑتی آواز آئی۔

آہ! میرے ماں باپ۔۔۔، ایک بجھتے ہوئے دل میں خیال۔

پانی کی ایک تیز لہر آئی، جس کے گزرتے ہی ہجوم نے دیکھا کہ پتھر پر کچھ بھی موجود نہیں۔۔۔ شاید ان بہہ چکی آنکھوں کے اَن دیکھے خواب موجود ہوں مگر ہجوم کو خوابوں سے کیا لینا دینا۔

مدد ابھی بھی نہیں پہنچی۔

کہانی نمبر 2: سیلاب میں ایک انٹرویو

جی تو ناظرین ہم اس وقت سیلاب زدہ علاقے میں موجود ہیں، یہاں ہزاروں لوگ بے گھر ہو چکے ہیں اور آپ دیکھ سکتے ہیں یہاں کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ یہ چند لوگ بیٹھے ہیں، آیئے ہم ان سے بات کرتے ہیں۔۔۔

ایک بڑھیا جو سر جھکائے بیٹھی تھی، اینکر پرسن نے مائیک اس کے سامنے کرتے ہوئے پوچھا، جی تو ماں جی آپ بتائیں گی کہ سیلاب میں کیا کیا بہہ گیا ہے؟

بڑھیا نے سر اٹھایا اور اتنی خالی نظروں سے اینکر کو دیکھا کہ وہ پریشان ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر کچھ سنبھل کر گویا ہوا۔

آپ بتائیں آپ کا کیا بہہ گیا ہے سیلاب میں؟

سب کچھ۔ بال بچے، گھر، مویشی، سب کچھ۔۔ میں بچ

گئی ہوں، یہ گھڑی بچ گئی ہے۔ اس میں میری پوتی کے کپڑے ہیں اور یہ گڑیا ہے۔ وہ اس کے بغیر نہیں سوتی تھی، مگر وہ پانی میں بہہ گئی ہے۔

’آپ کا کوئی مطالبہ؟‘

میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ یہ گڑیا جاتے ہوئے دریا میں پھینک دینا کہ شاید۔۔۔، اور وہ بڑھیا رونے لگ گئی۔ کیمرہ مین نے فوری طور پر کیمرہ دوسری جانب موڑ دیا۔

ناظرین یہ ایک بچی بھی یہاں موجود ہے، ہم اس سے بات کرتے ہیں۔ جی تو بیٹا آپ کو کیا چاہیے؟

’جی روٹی۔۔۔‘

کہانی نمبر 3: ہائے او میڈے بال۔۔۔

وہ ایک غریب مزدور تھا اور اس کے 2 بیٹے تھے۔ سیلاب آیا تو بڑے زمیندار کی فصلیں بچانے کے لیے پانی کا رخ دیہات کی جانب کر دیا گیا۔ اس مزدور کے دونوں بیٹے بہہ گئے۔ وہ جب ساتھ کے گاؤں سے مزدوری کر کے لوٹا تو جہاں اس کا گھر تھا وہاں اب چٹیل میدان تھا اور یہ بتانے کے لیے کہ اس کے بیٹے بہہ گئے ہیں وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ رونے لگا اور کئی گھنٹے رونے کے بعد وہ بہتے پانی کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔

وہ پکار رہا تھا کہ ’ہائے او میڈے تاں بال لُڑ گئے نے۔۔۔‘ (ہائے میرے تو بچے بہہ گئے ہیں)

بڑے زمیندار نے دُور تک پھیلی فصلوں کو دیکھا اور اپنے نوکر سے کہا ’مالک کا کرم ہے کہ اس دفعہ فصل بہت اچھی ہوئی ہے۔

کہانی نمبر 4: کام کی چیزیں

اس آدمی نے رسی کا ایک سرا دریا کنارے درخت سے جبکہ دوسرا اپنی کمر کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔ وہ صبح سے سیلاب میں بہہ کر آنے والی کام کی اشیا ڈھونڈ رہا تھا۔ سب سے پہلے اس کے ہاتھ ایک کرسی لگی جس کا گدا خراب ہو چکا تھا جسے اس نے کھینچ کر پانی میں پھینک دیا اور کرسی کے فریم کو درخت کے پاس رکھ دیا۔

میرے پاس کچھ نہیں بچا

پھر اسے ایک صندوق ملا جس میں کچھ کتابیں اور کپڑے موجود تھے، اس نے کتابوں کو واپس پانی میں پھینکا اور صندوق کو کھینچ کر کرسی کے برابر رکھ دیا۔

دھوپ اب بہت تیز تھی اور سورج بالکل اس کے سر پر چمک رہا تھا۔ اس نے سوچا اب اسے واپس لوٹنا چاہیے۔ تبھی اس کی نظر ایک لاش پر پڑی۔ پہلے تو وہ گھبرایا، پھر معلوم نہیں کیا سوچ کر وہ پانی میں اتر گیا اور لاش کو کھینچ کر کنارے پر لے آیا۔ یہ ایک 40، 45 برس کے آدمی کی لاش تھی۔

وہ پکار رہا تھا کہ ’ہائے او میڈے تاں بال لُڑ گئے نے‘۔۔۔

آدمی نے اس کی دونوں جیبوں کی تلاشی لی۔ مگر کچھ نہ ملا۔ پھر اس کی نظر اس کے ہاتھوں کی انگلیوں میں موجود انگوٹھی پر پڑی جسے اس نے فوراً اتارا اور لاش پھر پانی میں بہا دی۔

کہانی نمبر 5: سیاستدانوں کے خواب

ملک سیلاب میں ڈوبا ہوا تھا اور سیاستدان ایک گہری نیند میں سوئے ہوئے تھے۔ کئی بار انہیں جگانے کی کوشش کی گئی تاہم وہ کروٹ بدل کر پھر سو جاتے۔

مجھے مت جگاؤ، میں سو رہا ہوں اور جلد نیند میں عوام کے مسائل حل کر لوں گا۔ آہ! آج کس قدر تھکاوٹ ہو گئی ہے، کئی ملکوں کے دورے کیے، گھنٹوں ساحلِ سمندر کا نظارہ کرتا رہا ہوں، ہیلی کاپٹر سے پورے 5 راشن بیگ نیچے پھینکے ہیں، سب پیٹ بھر کر کھالیں گے۔ اب اور میں کیا کروں سوائے سونے کے؟ اس لیے مجھے سونے دو، ایک سیاست دان نے کہا۔

اور مجھے بھی مت جگانا، یہ سارے مسائل تو میرے ایک خواب کی مار ہیں۔ مجھے بس ایک اچھی گہری نیند سو لینے دو، میں تھک گیا ہوں، ابھی ایک سیلاب زدہ علاقے میں پورے 50، 50 روپے بانٹ کر آیا ہوں، اب تو میرا سونا بنتا ہے، دوسرے سیاستدان نے کہا۔

یہ سب جھوٹے ہیں، ان کے تو خواب بھی بیرونی طاقتوں کی سازش ہیں۔ میں ہی ہوں تمہارا اصل ہمدرد۔ میں دیکھتا ہوں ایک نمبر کے بالکل اصلی خواب، وہ خواب جو ہماری وراثت ہیں۔ زمین سے جڑے ہوئے ایک نمبر کے اصلی خواب۔ میں پہلے سو کر یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ انہوں نے آدھی نیند میں مجھے جگا دیا ورنہ اب تک عوام کے سارے مسائل حل ہو چکے ہوتے، مگر میں ہار ماننے والا نہیں ہوں۔ مجھے پھر ایک موقع دو۔ ایک گہری لمبی نیند سونے کا، میں دکھا دوں گا کہ اب کے سارے مسائل صرف اور صرف ایک خواب میں حل ہو جائیں گے، تیسرے سیاستدان نے کہا۔

سیلاب میں ڈوبے ہوئے عوام ان سوئے ہوئے سیاستدانوں کے جاگنے کا انتظار کر رہے ہیں جنہیں سوئے ہوئے 75 برس گزر چکے ہیں، اور معلوم نہیں انہوں نے ابھی کتنی صدیاں سونا ہے۔

(بشکریہ ڈان)

وہ ایک غریب مزدور تھا اور اس کے 2 بیٹے تھے۔ سیلاب آیا تو بڑے زمیندار کی فصلیں بچانے کے لیے پانی کا رخ دیہات کی جانب کر دیا گیا۔ اس مزدور کے دونوں بیٹے بہہ گئے۔ وہ جب ساتھ کے گاؤں سے مزدوری کر کے لوٹا تو جہاں اس کا گھر تھا وہاں اب چٹیل میدان تھا اور یہ بتانے کے لیے کہ اس کے بیٹے بہہ گئے ہیں وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ وہ رونے لگا اور کئی گھنٹے رونے کے بعد وہ بہتے پانی کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔

سندھ: سیلاب کے بعد بیماریوں کا پھیلاؤ، عالمی ادارہ صحت کا 'ایک اور تباہی' کا انتباہ

سندھ میں تباہ کن سیلاب سے متاثرہ لوگوں میں پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں کے پھیلنے کے منڈلاتے خدشات کے باعث عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے بیماری اور موت کی آنے والی 'دوسری تباہی' سے خبردار کردیا ہے۔

ڈبلیو ایچ او کے ڈائریکٹر جنرل کی جانب سے جاری کردہ انتباہ وزیراعظم شہباز شریف کی قوم سے سیلاب سے متاثرہ افراد کے لیے ہنگامی بنیادوں پر بچوں کی خوراک اور کمبل عطیہ کرنے کی اپیل کے بعد سامنے آیا ہے۔

اپنے بیان میں ڈبلیو ایچ او کے سربراہ نے مخیّر افراد پر زور دیا کہ وہ زندگیاں بچانے اور سیلاب زدگان کو مزید مصائب سے بچانے کے لیے کھلے دل سے امداد کرتے رہیں۔انہوں نے نشاندہی کی کہ سیلاب زدہ علاقوں میں پانی کی سپلائی معطل ہے،جس کی وجہ سے لوگ غیر محفوظ پانی پینے پر مجبور ہیں، جو ہیضہ اور دیگر بیماریوں کا باعث بن سکتا ہے۔

انہوں نے خبردار کیا کہ گندا پانی مچھروں کی افزائش گاہ کا بن جاتا ہے اور ملیریا، ڈینگی جیسی ویکٹر سے پیدا ہونے والی بیماریاں پھیلاتا ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ صحت مراکز سیلاب میں ڈوب چکے ہیں، ان میں فراہم کی جانی والی خدمات کو نقصان پہنچا ہے اور لوگ گھروں سے نقل مکانی کر گئے ہیں جس کی وجہ سے ان کے لیے صحت کی معمول کی خدمات تک رسائی مشکل ہوگئی ہے۔انہوں نے نشاندہی کی کہ ملک کے شعبہ صحت میں کام کرنے والے افراد نے اس قدرتی آفت کے دوران خدمات کی فراہمی کے لیے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتے تھے، سیلاب کے دوران تقریباً 2 ہزار مراکز صحت مکمل طور پر تباہ ہو چکے ہیں یا انہیں جزوی طور پر نقصان پہنچا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ڈبلیو ایچ او نے ڈائریا سے نمٹنے کے لیے پانی صاف کرنے والی کٹس اور اورل ری ہائیڈریشن سالٹس فراہم کیے ہیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ ڈبلیو ایچ او نے فوری طور پر ڈبلیو ایچ او کنٹیجنسی فنڈ سے ایک کروڑ ڈالر جاری کیے جس سے ملک میں ہنگامی ضروری ادویات اور دیگر سامان پہنچانے میں مدد ملی۔ڈبلیو ایچ او کے سربراہ نے اقوام متحدہ کی سیلاب زدگان کی فوری امداد کے لیے جاری ہنگامی اپیل پر 'فوری ردعمل' دینے پر عطیہ دہندگان کا بھی شکریہ ادا کیا۔

انہوں نے کہا کہ ہم بحران کے دوران ہونے والے نقصان کا جائزہ لینے کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں اور جلد ہی نظرثانی شدہ اپیل جاری کریں گے۔

سندھ میں مزید 90 ہزار مریضوں کا علاج

دوسری جانب محکمہ صحت سندھ نے کہا ہے کہ یکم جولائی سے اب تک صوبے بھر کے مختلف میڈیکل کیمپوں میں مجموعی طور پر 25 لاکھ مریضوں کا علاج کیا جا چکا ہے۔

سندھ ڈائریکٹوریٹ جنرل ہیلتھ سروسز کی رپورٹ مطابق جلدی بیماریوں کے 5 لاکھ 94 ہزار 241 مریضوں کا علاج کیا گیا، اس کے بعد ڈائریا کے 5 لاکھ 34 ہزار 800، ملیریا کے 10 ہزار 702، ڈینگی کے ایک ہزار 401 اور دیگر امراض میں مبتلا 12 لاکھ 74 ہزار 501 مریضوں کا علاج کیا گیا ہے۔رپورٹ یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ گزشتہ 24 گھنٹوں کے دوران 90 ہزار 398 مریضوں کا علاج کیا گیا جن میں سے 17 ہزار 919 کو ڈائریا، 19 ہزار 746 کو جلدی کی بیماری، 695 کو ملیریا اور 388 کو ڈینگی تھا۔

15 ستمبر کو صوبے میں تقریباً 92 ہزار 7977 شہریوں کا علاج کیا گیا۔ڈان ڈاٹ کام سے بات کرتے ہوئے دادو کے ڈسٹرکٹ ہیلتھ افسر (ڈی ایچ او) ڈاکٹر محمد علی سمیجو نے کہا کہ ضلع کے سیلاب سے متاثرہ لوگوں میں خاص طور پر گیسٹرو اور ملیریا سمیت مختلف بیماریاں سامنے آرہی ہیں۔

دادو کے ایک میڈیکل کیمپ کے افسر ڈاکٹر ارشاد میمن نے بتایا کہ 25 اگست سے 17 ستمبر تک کم از کم 18 ہزار 289 حاملہ خواتین کی اسکریننگ کی گئی۔

دادو سول ہسپتال کے ڈاکٹر کریم میرانی نے ڈان نیوز ڈاٹ ٹی وی کو بتایا کہ بیماریوں میں بہت اضافے کی وجہ سے ہسپتال مریضوں سے بھر گیا ہے، مریضوں کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے ہمیں 4 سے 5 بچوں کو ایک ہی بستر پر رکھنا پڑ رہا ہے۔ملک بھر میں ہونے والی مون سون کی غیر معمولی ریکارڈ بارشوں اور شمالی علاقوں میں گلیشئر پگھلنے سے آنے والے سیلاب نے 14 جون سے اب تک سوا 3 کروڑ افراد کو متاثر کیا ہے جب کہ اس ہلاکت خیز سیلاب کے دوران ایک ہزار 540 افراد جاں بحق ہوئے ہیں۔اس ملکی تاریخ کے بدترین تباہ کن سیلاب سے گھر، سڑکیں، پٹریاں، مویشی اور فصلیں بہہ گئیں جس کے نقصان کا تخمینہ 30 ارب ڈالر لگایا گیا ہے۔حکومت اور سیکریٹری جنرل اقوام متحدہ انتونیو گوتریس نے اس صورتحال کا ذمہ دار موسمیاتی تبدیلی کو ٹھہرایا ہے جو سیلاب کی وجہ بنا اور ملک کا تقریباً ایک تہائی حصہ زیر آب آ گیا۔حالیہ سیلاب کے دوران صوبہ سندھ خاص طور پر سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے، صوبے میں موجود ملک کی میٹھے پانی کی سب سے بڑی جھیل منچھر میں پانی کی سطح میں بے انتہا اضافہ دیکھا گیا ہے جب کہ شمالی علاقوں اور بلوچستان سے آنے والا سیلابی پانی جنوب کی جانب سندھ کا رخ کرتا ہے اور اپنے پیچھے موت اور تباہی کی داستان چھوڑ جاتا ہے۔

سندھ میں سیلاب سے لاکھوں افراد بے گھر ہو چکے، لوگ اپنے آپ کو پانی سے بچانے کے لیے بلند سطح پر موجود سڑکوں کے کنارے سونے پر مجبور ہیں۔

مختلف علاقوں میں پانی کی سطح میں کمی

منچھر جھیل کے آبپاشی سیل کے انچارج شیر محمد ملاح کے مطابق منچھر جھیل میں پانی کی سطح اتوار کی صبح 120.9 فٹ ریکارڈ کی گئی جو ہفتے کی شام 121.5 تھی۔

اسی طرح مین نارا ویلی ڈرین (ایم این وی ڈی) جسے عرف عام میں رائٹ بینک آؤٹ فال ڈرین-I کے نام سے جانا جاتا ہے، اس کے آر ڈی-10 اپ اسٹریم منچھر جھیل کے مقام پر پانی کی سطح کم ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔

ڈپٹی کمشنر (ڈی سی) دادو سید مرتضیٰ علی شاہ نے ڈان نیوز ڈاٹ ٹی وی کو بتایا کہ خیرپور ناتھن شاہ، دادو، میہڑ اور جوہی کے علاقوں میں بھی پانی کی سطح کم از کم تین فٹ کم ہوگئی ہے، تاہم مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ ضلع سیہون اور دادو میں پانی اب بھی موجود ہے۔

(بشکریہ ڈان)

ضلع شہید بینظیر آباد میں نقصانات کا جائزہ

آصف البشر

نواب شاہ مون سون بارشوں اور سیلاب کی تباہ کاریوں کے نتیجے میں ضلع شہید بینظیر آباد میں 5 لاکھ 59 ہزار سے زائد آبادی متاثر ہوئی۔ 1 لاکھ 34 ہزار سے زائد گھروں کو نقصان پہنچا۔ 4 لاکھ 13 ہزار سے زائد افراد بے گھر ہوئے۔29 افراد ہلاک اور 41 زخمی ہوئے۔ضلع بھر سے ملنے والے اعداوشمار کے مطابق 2618 مویشی بھی ہلاک ہو چکے ہیں۔متاثرین کیلیے ضلع کی چاروں تحصیلوں میں 183 ریلیف کیمپس قائم کیے گئے ہیں جن میں سرکاری اعدادوشمار کے مطابق 29 ہزار سے زائد افراد کو منتقل کیا گیا جہاں سہولیات کی عدم فراہمی کی شکایات رہیں۔2 لاکھ 47 ہزار سے زائد تیار فصل مکمل تباہ ہوگئی۔

ضلع کا 80 فیصد انفراسٹرکچر بھی متاثر ہوا۔بارشوں کے پانی کی نکاسی کے ٹھوس انتظامات نہ ہونے کے باعث شہری علاقے بھی کئی روز تک پانی میں ڈوبے رہے۔

بارشوں اور سیلاب کے پانی سے نواب شاہ کا گرڈ اسٹیشن بھی ڈوب گیا جس کی وجہ سے 17 روز تک بجلی کی فراہمی مسلسل معطل رہی۔

تجارتی مراکز، سرکاری دفاتر اور کالونیوں میں تاحال مسلسل چار چار فٹ پانی کھڑا رہا۔سرکاری دفاتر اور احاطوں میں مسلسل اب تک پانی کی نکاسی نہ ہوسکی جس کی وجہ سے سرکاری امور بھی ٹھپ رہے۔بجلی کی مسلسل کئی روز بندش سے شہر بھر میں گرمی سے بدترین صورتحال رہی اور پانی کا حصول تک مشکل رہا۔گندے پانی کے تالابوں اور جوہڑ بن جانے کے باعث مچھروں اور برساتی کیڑوں سمیت جراثیم سے وبا?ی امراض پھوٹ پڑے۔

ہسپتالوں اور ریلیف کیمپوں میں بروقت طبی سہولیات اور رسائی متاثرین کیلیے بڑا چیلنج رہا۔

شہر کا مرکزی پی ایم سی ہسپتال بھی کئی روز تک پانی میں ڈوبا رہا۔ضلع شہید بینظیر آباد کی تحصیلوں دوڑ۔قاضی احمد کے تعلقہ ہسپتال بھی پانی میں ڈوب گئے۔

نواب شاہ اور روہڑی کے درمیان ریلوے ٹریک سیلاب سے زیرآب آجانے کے باعث ٹرین آپریشن 26 اگست 2022 سے مسلسل بند ہے۔

مچھروں کی بہتات سے ملیریا اور ڈینگی کا مرض لاحق رہا۔دریائے سندھ کے کناروں اور بند کے مقامات پر بسنے والے ہزاروں متاثرین بھی جلدی امراض سمیت دیگر مہلک امراض میں مبتلا ہوچکے ہیں۔بات کی جائے امدادی کاموں کی تو ضلع شہید بینظیر آباد میں ضلعی انتظامیہ پہلے دن سے ہی غفلت کا شکار رہی قبل از وقت ہائی الرٹ جاری ہونے کے باوجود انتظامی طور پر برساتی پانی کی نکاسی کیلیے مربوط اقدامات نہیں کیے گئے۔

شہری علاقوں میں ڈسپوزل سسٹم کو فعال اور متحرک رکھنے کیلیے زبانی جمع خرچ تو کیا گیا مگر عملی اقدامات نہ ہونے کے باعث شہری آبادی زیرآب آگئی۔

واٹر اینڈ سیوریج ڈسپوزلز پر بجلی کی فراہمی منقطع کیے جانے اور متبادل انرجی فراہم نہ کرنے کی وجہ سے شہر مکمل طور پر ڈوبا رہا۔جن ڈسپوزلز پر جنریٹر فراہم کیے گئے وہاں فیول کی عدم دستیابی کا رونا رہا۔دیہی علاقوں سمیت زرعی زمینوں پر پانی کی نکاسی کیلیے سیم نالوں میں بند اور کٹ لگانے کے سلسلے کے بعد دیگر نقصانات کی وجہ بنے۔

ضلع بینظیر آباد میں شدید ترین بارشوں کی پیشین گوئیاں کیے جانے کے باوجود ضلعی انتظامیہ نے چار روز تک نواب شاہ کے باسیوں کو بے یارومددگار چھوڑ دیا۔تمام ایمرجنسی رابطے کے نمبر بھی غیر فعال رہے۔مواصلاتی نظام متاثر ہونے کی وجہ سے باہمی امداد کے امور بھی انجام نہ دیے جاسکے۔

بارشوں کے تواتر سلسلوں کے بعد متاثرین کی ایک کثیر تعداد از خود محفوظ مقامات پر منتقل ہوئی۔

ضلعی انتظامیہ نے سرکاری طور پر اسکولوں کی عمارتوں کو ریلیف کیمپ ڈیکلیئر کردیا جبکہ وہاں ابتدائی طور پر مخیرّ حضرات سماجی تنظیموں اور ٹریڈ یونینوں کی جانب سے متاثرین کو تیار کھانے کی فراہمی کے انتظامات کیے گئے جبکہ ضلعی انتظامیہ کی جانب سے کہیں بھی خوراک کی فراہمی کے انتظامات دیکھنے میں یا سننے میں نہیں آئے۔

بینظیر آباد میں ریلیف کا کام کرنے والی تنظیموں اور مخیرّ حضرات کی امدادی سرگرمیوں میں بیشتر مقامات پر رکاوٹیں ڈالی گئیں۔ریلیف کیلیے روز اول سے سرگرم مذہبی جماعت دعوت اسلامی، الخدمت فاونڈیشن، ٹی ایل پی، ایم کیو ایم پاکستان، ہاری ویلفیئر ایسوسی ایشن، ایدھی فاونڈیشن سمیت بیشتر سماجی حلقے اپنے اپنے طور پر متحرک وفعال رہے تاہم بیک وقت سب کو تمام جگہ امداد پہنچانے میں دشواری کے باوجود ضلعی انتظامیہ نے انہیں کسی قسم کی ٹرانسپورٹ یا دیگر ضروری ذرائع مہیا نہیں کیے۔سرکاری ریلیف کیمپوں میں بجلی کی عدم دستیابی، شدید گرمی اور امدادی اشیاء اور سہولیات میسر نہ آنے پر 50 فیصد متاثرین سڑک کناروں اور محفوظ مقامات پر منتقل ہوئے جن کا کہنا تھا کہ ریلیف کیمپوں میں کھانا اور پانی بھی میسر نہیں۔سڑکوں کے کناروں اور محفوظ مقامات پر عارضی پناہ گاہیں قائم کرنے والے متاثرین گزشتہ کئی ہفتوں سے بے یارومددگار ہیں۔

لاکھوں خواتین اور بچے بدترین حالت میں کھلے آسمانوں تلے ضلعی انتظامیہ کی جانب سے امداد کے منتظر ہیں۔

دوسری جانب ضلع کے دیہی علاقوں میں برساتی پانی کے مسلسل ٹھہراؤ کی وجہ سے وہاں ایک ماہ بعد بھی خودساختہ کشتیوں پر سفر کررہے ہیں۔

ضلع شہید بینظیر آباد میں بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کے تحت حکومتی امداد کی رقم 25000 کی رقم کے لیے قائم کردہ مراکز بھی انتہائی سست روی سے کام کررہے ہیں۔

بارشوں اور سیلاب کی تباہ کاریوں کے نتیجے میں گڈز ٹرانسپورٹ سروس بھی کئی روز تک معطل رہی۔

ضلع میں اجناس، سبزی اور فروٹ سمیت اشیائے خوردونوش کی سپلائی نہ ہونے کے باعث ضلع میں دستیاب اشیاء کے دام قوت خرید سے باہر نکل گئے۔

کاروبار ٹھپ جبکہ روزمرہ کی ضروریات کے سامان کی ترسیل نہ ہونے کی وجہ سے کاروبار مفلوج ہوکر رہ گیا

بچ جانے والے مویشیوں کیلیے خوراک کا بھی مسئلہ سنگین پیدا ہوا۔گندم کے سرکاری اور نجی ذخائر بھی برباد ہونے کے نتیجے میں ضلع بھر میں دستیاب گندم اور آٹے کے نرخ بھی بے لگام کردیے گئے۔

حالات کے مارے روٹی اور ضروریات زندگی کا سامان حاصل کرنے کیلیے ایک دوسرے کو مارتے رہے۔

امن وامان کی صورتحال بھی قابل تشویش ہوئی جب لوگ بدترین حالات میں چوری۔رہزنی اور ڈکیتی اور لوٹ مار پر مجبور ہوگئے۔

ضلع میں کئی اشخاص دوسرے کے مال کو مال غنیمت سمجھ کر لوٹ رہا ہیں۔زیرآب علاقوں سے نقل مکانی کرنے والے متاثرین کے باقی ماندہ گھروں کا سامان بھی نقص امن کے ہدف کا شکار بن گیا۔موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں سمیت فولادی اسکریپ کی چوری کی وارداتیں بھی ہونے لگی ہیں۔حکومت سندھ نے بےنظیر آباد سمیت سندھ کے 23 اضلاع کو آفت زدہ تو قرار دے دیا مگر ریلیف فراہم کرنے کے اقدامات کاغذوں، رپورٹوں دوروں، بریفنگ اور تشہیرات تک محدود رہے۔

گلگت ۔ بلتستان

آئینی شناخت کا طویل انتظار

گلگت ۔بلتستان (جی بی) پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی خاص توجہ کا مرکز ہے کیونکہ وہاں کے معاملات عرصہ طویل سے پاکستان کی انتظامی اکائی کے طور پر چلائے جا رہے ہیں اور مقامی لوگوں کو پارلیمانی سطح پر سیاسی نمائندگی حاصل نہیں۔ ایچ آر سی پی کا دیرینہ مطالبہ ہے کہ جی بی کے عوام کو بھی وہی حقوق دیے جائیں جو پاکستان کے دیگر حصوں کے لوگوں کو حاصل ہیں۔ ایچ آر سی پی وقتاً فوقتاً جی بی میں اعلیٰ سطح کے فیکٹ فائنڈنگ بھیجتا رہتا ہے تاکہ اس خطے میں انسانی حقوق کی صورت حال پر نظر رہے اور پالیسی سازوں کو ان اقدامات سے آگاہ کیا جا سکے جو لوگوں کے مسائل کے ازالے کے لیے ضروری ہیں۔

یونیورسٹی کے طالب علموں کے ساتھ ملاقات

اِس مقصد کے لیے، ایچ آر سی پی نے 4 جون سے 9 جون تک کے لیے جی بی میں ایک فائنڈنگ مشن بھیجا جس میں ایچ آر سی پی کے کونسل اراکین سلیمہ ہاشمی، مظفر حسین، سینیئر صحافی غازی صلاح الدین، اور سٹاف ممبران اسرار الدین اسرار (گلگت) ظہیرہ سراج (گلگت)، اور ندیم عباس (اسلام آباد) شامل تھے۔

مشن کے درج ذیل مقاصد تھے:

- جی بی کی سیاسی حیثیت کے مقامی آبادی پر اثرات کا جائزہ
- علاقے میں نقل و حرکت، اظہار، انجمن سازی، اور اجتماع کی آزادی پر قدغنوں کا دائرہ اور اثر۔
- انسانی حقوق کے دفاع کاروں کے خلاف انسداد دہشت گردی قوانین، خاص طور پر شیڈول فور اور انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کا اطلاق۔
- جی بی میں ڈیجیٹل حقوق تک لوگوں کی رسائی۔
- فرقہ وارانہ کشیدگی میں مبینہ اضافے کے ذمہ دار عناصر کا تعین۔
- جی بی میں مذہب کی بے حرمتی کے مقدمات کے اندراج میں اضافے کی وجوہات کا تعین
- ریاست کی طرف سے مختلف مقاصد بشمول چین۔پاکستان معاشی راہداری منصوبے کے تحت چلنے والے منصوبوں کی آڑ میں مقامی لوگوں کی زمینوں کے بزور طاقت حصول کی تحقیقات اور بے دخلی کا سامنا کرنے والی مقامی آبادیوں پر اس کے اثرات کا اندازہ لگانا۔
- ماحولیاتی انصاف کو توجہ کا مرکز بناتے ہوئے، یہ جاننے کی کوشش کہ جی بی میں ماحولیاتی تبدیلی کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

ایچ آر سی پی کے فیکٹ فائنڈنگ مشن نے درج ذیل سفارشات پیش کی ہیں:

سفارشات

- علاقے کی آئینی حیثیت کا تعین جی کے عوام کی امنگوں کے مطابق کیا جائے۔ جامع اور شمولیتی مکالمہ شروع کیا جائے اور جی بی کی غیر متعین حیثیت کے حوالے سے کوئی بھی فیصلہ لینے سے قبل تمام متعلقہ فریقین کو اعتماد میں لیا جائے۔
- اگر جی بی کے عوام بطور صوبہ اپنے سیاسی انضمام کا فیصلہ کرتے ہیں تو پھر قومی اسمبلی، سینیٹ، اور دیگر آئینی اداروں بشمول قومی مالیاتی کمیشن، انڈس ریور سسٹم اتھارٹی، قومی معاشی کونسل، کونسل برائے مشترکہ مفادات، معاشی رابطہ ساز کمیٹی، الیکشن کمیشن آف پاکستان، اور قومی کمیشن برائے انسانی حقوق میں جی بی کو مناسب نمائندگی دی جائے۔ تاہم، اگر جی بی کے عوام حکومت خود اختیاری کو منتخب کرتے ہیں تو پھر انہیں اے جے کے سے ملتا جلتا نظام دیا جائے۔
- ایک مستحکم، خود مختار نظام حکومت متعارف کروایا جائے اور بغیر کسی مزید تاخیر کے مقامی حکومتوں کے انتخابات کروائے جائیں۔
- عدلیہ میں تعیناتیاں شفاف کرنے کے لیے عدالتی اصلاحات متعارف کی جائیں۔ ججوں کی مدت ملازمت کو ریگولر کیا جائے

اور جلد از جلد خالی اسامیاں پر کی جائیں تاکہ عدلیہ کسی قسم کے خوف یا لالچ کے بغیر انصاف فراہم کر سکے۔

- جی بی کے باشندوں کے بنیادی حقوق کو آئینی تحفظ دیا جائے۔
- اختلاف رائے کرنے والوں کا پیچھا کرنا بند کیا جائے، جبکہ پرامن اجتماعات اور اظہار کی آزادی کے خلاف کارروائیں کرنے والوں کا محاسبہ کیا جائے۔
- خودکشی کے بڑھتے واقعات، خاص طور پر عورتوں اور نوجوانوں خودکشی کے رجحانات کی تحقیقات کی جائیں۔ خودکشی کی روک تھام کے لیے حکومتی سطح پر پالیسی اختیار کی جائے اور لائحہ عمل طے کیا جائے۔
- حکام کام کے مقامات پر جنسی ہراسانی، نیز بعض علاقوں

اِس مقصد کے لیے، ایچ آر سی پی نے 4 جون سے 9 جون تک کے لیے جی بی میں ایک فائنڈنگ مشن بھیجا جس میں ایچ آر سی پی کے کونسل رکن سلیمہ ہاشمی، مظفر حسین، سینیئر صحافی غازی صلاح الدین، اسرار الدین اسرار (گلگت)، ظہیرہ سراج (گلگت)، اور ندیم عباس (اسلام آباد) شامل تھے۔

میں عورتوں کی نقل و حرکت اور تعلیم پر پابندیوں کا سخت نوٹس لیں۔

- پالیسی ساز اداروں اور جی بی ایل اے کی کابینہ، نیز اہم عدالتی، انتظامی اور قانون ساز اداروں میں اہم عہدوں پر عورتوں کی نمائندگی و تعیناتی یقینی بنائی جائے۔
- ریاستی ادارے خالصہ سرکار قوانین کے تحت چراگاہوں اور مقامی لوگوں کے زیر استعمال دیگر زرعی اراضی پر قبضے کا سلسلہ بند کریں۔
- قدرتی آفات کے متاثرین کو معاوضہ دیا جائے اور ان کی بحالی نو کی جائے۔ قدرتی آفات سے نبٹنے اور ان کے اثرات کم کرنے کے لیے سوچے سمجھے منصوبے شروع کیے جائیں۔
- قومی ترقیاتی منصوبوں کی بدولت اپنی زمینوں سے بیدخل ہونے والوں لوگوں کو جلد از جلد معاوضہ دیا جائے۔ اراضی کے حصول کا قانون 1894 لاگو کیا جائے تاکہ طے شدہ طریقہ کار کے تحت منصفانہ معاوضے کا حق محفوظ ہو سکے۔
- ترقیاتی منصوبوں اور کانوں کو ٹھیکے کے معاملات میں جی بی کے لوگوں کو اعتماد میں لیا جائے اور ان کا مکمل حصہ دیا جائے۔ حکومت کو مقامی افراد کے حقوق پر اقوام متحدہ کے اعلامیے کا احترام کرنا چاہیے حکومت کو جی بی کے باشندوں کا اپنی زمینوں، علاقوں اور وسائل کے حق کا بھی احترام کرنا ہوگا بشمول وہ وسائل جن روایتی طور پر ان کے زیر ملکیت ہیں مگر اب واقعاتی یا قانون لحاظ سے دوسروں کے کنٹرول میں ہیں۔
- افراد باہم معذوری ایکٹ 2019 گلگت بلتستان کے ضوابط فی الفور طے کیے جائیں اور قانون کا اطلاق کیا جائے تاکہ افراد باہم معذوری کو درپیش مشکلات کم ہو سکیں۔ قومی احتساب بیورو گلگت میں خصوصی تعلیم کی عمارت کے ایک حصے پر اپنا غیر قانونی قبضہ ختم کرے تاکہ عمارت کو اس کے اصل مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکے۔
- 1999 کی کارگل جنگ سے متاثر ہونے والے لوگوں کو معاوضہ دیا جائے۔ انہیں نہ صرف ان کے نقصانات

قومی ترقیاتی منصوبوں کی بدولت اپنی زمینوں سے بیدخل ہونے والوں لوگوں کو جلد از جلد معاوضہ دیا جائے۔ اراضی کے حصول کا قانون 1894 لاگو کیا جائے تاکہ طے شدہ طریقہ کار کے تحت منصفانہ معاوضے کا حق محفوظ ہو سکے۔

مشن کے اراکین غازی صلاح الدین اور سلیمہ ہاشمی سیاسی و سماجی کارکن بابا جان کے ہمراہ

کا معاوضہ دیا جائے بلکہ ان کی زمینوں کو بارودی سرنگوں سے پاک کیا جائے اور قابل کاشت بنا کر ان کے حوالے کیا جائے۔ اسکردو- لداخ شاہراہ کھولی جائے تاکہ منقسم خاندان آپس میں میل جول کر سکیں۔

- سروس ٹریبونل کو فعال کیا جائے جو گذشتہ تین برسوں سے غیر فعال ہے۔
- نوجوانوں کے لیے ذرائع روزگار بڑھانے کی خاطر، پیشہ ورانہ تربیتی مراکز قائم کیے جائیں اور مالی امداد کے منصوبے شروع کیے جائیں۔
- جی بی کے موجودہ تعلیمی اداروں کے ڈھانچے میں بہتری لائی جائے؛ اور مزید یونیورسٹیاں، ڈگری کالج، اور فنی تعلیم کے ادارے تعمیر کیے جائیں اور قابل انسانی وسائل سے استفادہ کیا جائے۔ جی بی میں شعبہ طب اور انجینئرنگ کے کالج قائم کرنے کی اشد ضرورت بھی ہے۔
- جی بی میں صحت کی بہتر سہولیات، ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کی اشد ضرورت ہے، خاص طور پر عورتوں اور بچوں کو۔ شعبہ صحت سے متعلق پالیسیوں اور منصوبوں میں ذہنی صحت کے پہلو کو بھی شامل کیا جائے۔
- لیبر عدالتیں اور خانگی عدالتیں قائم کی جائیں تاکہ خانگی اور لیبر تنازعات میں انصاف کی فراہمی یقینی ہو سکے۔
- جی بی ایل اے کے انسانی حقوق سے متعلق منظور شدہ تمام قوانین کے لیے ضوابط تشکیل دیے جائیں اور انسانی حقوق سے متعلق دیگر ضروری قوانین جلد از جلد منظور کیے جائیں۔

مشن کے اختتام پر گلگت میں پریس کانفرنس

پاکستان میں تعلیم کی صورت حال

راجہ محمد اشرف

ملک کی 63 فیصد آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے جو کہ ملک کے مستقبل کا تعین کریں گے۔

تعلیم ہر ایک ملک کی اساس تصور کی جاتی ہے۔ پاکستان اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اگر تعلیم کی صورت حال اچھی نہ ہو تو ملک مستحکم نہیں ہو سکتا، معیشت سمیت کسی بھی شعبے میں۔ اور تعلیم ہی کی بدولت زندگی کے تمام شعبوں میں تخلیقی اذہان کی حامل بڑی شخصیات پیدا ہوتی ہیں۔

قائد اعظم نے 1947 میں کہا تھا:

تعلیم زندگی و موت کا مسئلہ ہے۔ دنیا اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے کہ تعلیم میں ترقی کے بغیر ہم نہ صرف پیچھے رہ جائیں گے بلکہ ہو سکتا کہ مکمل طور پر نابود ہو جائیں۔

پاکستان کے موجودہ حالات میں، تمام سیاسی جماعتیں اور تمام محکمہ جات کے سربراہان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صورت حال انتہائی کشیدہ اور غیر مستحکم ہے۔ غیر یقینی چھائی ہوئی ہے اور زیادہ بے چینی کا سبب بن رہی ہے۔

میرا خیال ہے کہ جاگیرداری، مردانہ شاونزم اور عورتوں، خواجہ سراؤں اور بچوں کا اخراج بڑے بنیادی مسائل ہیں۔ یہ تمام پس ماندہ حلقے ہیں۔ اگر آپ 50 فیصد سے زائد آبادی کو خارج کر دیں تو ملک کیسے ترقی کر سکتا ہے؟ یہاں تک کہ اس کی بقا مشکل ہو جاتی ہے۔ ملّاؤں کی پیدا کردہ مذہبی انتہا پسندی نے صورت حال اور زیادہ گھمبیر کر دی ہے۔ سیلاب کے بعد سماجی امراض طبی مسائل سے زیادہ خطرناک ہو گئی ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ جاگیردارانہ نظام ترقی مخالف خیالات کو ترویج دیتا، چغل خوری، ٹانگیں کھینچنے، نام نہاد مقابلے جیسے کانٹے بچھاتا ہے اور ایک ساتھ رہنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔

میرا خیال ہے کہ موجودہ برائیوں کا تدارک صرف ایک عنصر نہیں کر سکتا، لیکن اگر ہم نے تعلیم کی بہتری سے پہلا قدم نہیں شروع کیا تو ہم آخری سانس تک الجھنوں اور مصائب کے اس بھنور میں ہی رہیں گے۔ اور تعلیم پاکستان میں سب سے زیادہ منافع بخش کاروبار/صنعت بن چکی ہے۔ اس لیے اس سے عام آدمی یا ملک کے لیے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

جیسا کہ نیلسن منڈیلا نے کہا تھا: **جہاں تعلیم کی تجارت ہو وہ معاشرہ قائم نہیں رہ سکتا۔** اور پاکستان اس حوالے سے سرطان کا مریض ہے۔ سکولوں اور کالجوں کو کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے اور وہ بغیر نگرانی یا کنٹرول کے پیسے کما رہے ہیں۔ زیادہ تر نجی تعلیمی ادارے کھیل کے میدانوں، لیبارٹریوں اور یہاں تک کہ قابل عملے کے بغیر چل رہے ہیں۔

مولوی صاحب نے مندرجہ ذیل حقائق کے باوجود مذہب کو عام آدمی کے سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑا۔

اللہ کی طرف سے پہلا پیغام "اقراء" ہے، قرآن کہتا ہے دعا کرو "رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا" حدیث، علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے، "علم حاصل کرو مہد سے لحد تک" بدر کے قیدی مسلمانوں کو تعلیم دینے کی شرط پر ہی رہا ہوئے تھے۔ یہ ہے اسلام میں تعلیم کی اہمیت۔

عدالتِ عظمیٰ پاکستان کے سینئیر جج قاضی فائز عیسیٰ نے طالبان کے ساتھ متنازعہ مذاکرات پر درج ذیل آراء کا اظہار کیا:

"ایک سچا مسلمان دہشت گرد کے ساتھ صرف یہی مذاکرات کر سکتا ہے کہ وہ اسے قرآن پاک اور سنتِ رسول پیش کرے"، اور مزید کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پہلا حکم "اقرا" (پڑھ) صادر کیا تھا۔ (ڈان، 25 ستمبر 2022)

گلوبل ٹیرارزم ڈیٹا بیس کے اعداد و شمار کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا 1970 سے 2019 تک ملک کے تعلیمی اداروں پر ایک ہزار دہشت گردانہ حملے ہوئے ہیں۔

مگر بدقسمتی کی بات ہے کہ زیادہ تر مذہبی رہنما مذہب کے مثبت پہلو کو اجاگر نہیں کرتے۔ وہ ہمیشہ نفرت پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حکمران طبقے کا تعصب دیکھیں تو جنوبی پنجاب ایک بار پھر نظر انداز ہو گیا ہے۔ لاہور میں 5 سے 15 برس کی عمر کے 7 فیصد بچے جبکہ راجن میں 41 فیصد بچے اسکول سے باہر ہیں۔

معیاری تعلیم کے لیے 12 سے 14 طلبہ کے لیے ایک استاد کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ ہمارے ہاں 30 سے 40 طلباء کے لیے ایک استاد میسر ہے۔ ناقص تعلیم کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے۔

گزشتہ سال (21-22) تعلیمی بجٹ 1.77 فیصد تھا اور اس سال 1.22 فیصد ہے۔ جبکہ اقوام متحدہ کا کہنا ہے کہ یہ کم از کم 6 فیصد ہونا چاہیے (ہندوستان میں 6 فیصد ہے)۔ اگر بھارت کو دشمن کے طور پر لیا جائے تو ہمیں اس میدان میں مقابلہ کرنا چاہیے۔

ذہن سازی کے حوالے سے ہمارا نظام اتنا ترقی یافتہ ہے کہ ہم علم سے جڑے ہر انسان سے نفرت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام اور ملالہ یوسف زئی کی مثال لے لیں جنہیں پاکستان میں داخلے کی اجازت نہیں دی گئی کیونکہ وہ نوبل انعام یافتہ ہیں۔ جبکہ ہندوستان کے پاس 12 اور بنگلہ دیش کے پاس 4 نوبل انعام یافتہ شخصیات ہیں۔ اس کے برعکس راؤ انوار جیسے مجرموں کو عزت اور سرکاری پروٹوکول دیا جاتا ہے جب کہ سرگودھا یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو جیل کے بستر پر ہتھکڑیاں لگائی گئیں جہاں وہ انتقال کر گئے۔ اس جرم پر کوئی شرم و حیا محسوس نہیں ہوتی۔

نصاب میں تبدیلی روز کا معمول بن گیا ہے۔ طلباء اور اساتذہ اپنے مطالبات کے لیے وقتاً فوقتاً سڑکوں پر ہوتے ہیں۔ دیگر مطالبات کے علاوہ، طلباء کا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ طلباء یونینیں بحال کی جائیں۔ 1984 میں جنرل ضیاء کی حکومت نے طلبہ یونینز پر پابندی عائد کر دی تھی۔ یوسف رضا گیلانی اور بعد میں سندھ حکومت نے یونینوں کی بحالی کا اعلان کیا لیکن عملی طور پر اسے حتمی شکل دینے کے لیے کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔

درج ذیل اعداد و شمار تعلیمی ایمرجنسی کی ضرورت کی نشاندہی کرتے ہیں:

- تعلیم کے میدان میں 120 ممالک کی فہرست میں پاکستان 113 ویں درجے پر ہے۔ (امریکہ کا آٹھواں درجہ ہے۔ ستمبر 2021)۔
- فن لینڈ میں رٹے کا نظام نہیں، اور وہ تعلیم کے شعبے میں دنیا میں پہلے نمبر پر ہے۔
- طلباء اور اساتذہ کو خصوصی مالی مراعات دی جائیں۔
- پبلک ٹرانسپورٹ اور ریلوے کے کرایوں میں اساتذہ اور طلباء کو خصوصی رعایت دی جائے۔
- طلباء، خاص طور پر طالبات کو ہراساں کرنے والے عناصر کو سزا دی جائے۔
- 5 سے 15 برس کی عمر کے طلباء سے روایتی پولیس سے نہیں نمٹنا جانا چاہئے۔ ماہرینِ نفسیات اور تدریسی عملے کی جانب سے ان کی مشاورت و رہنمائی ہونی چاہیے۔
- اگر کسی استاد یا طالب علم پر کوئی الزام عائد ہے، تو اسے اپنی موجودہ سال کی کلاسوں میں شرکت کی اجازت دی جائے تا کہ اُس سال کی پڑھائی بغیر کسی تاخیر و تعطل کے مکمل ہو سکے۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں میں درج ذیل مطالبات پیش کیے جاتے ہیں:

- حکومت قومی تعلیمی ایمرجنسی کا اعلان کرے۔
- طلباء یونینوں کو فوری طور پر بحال کیا جائے۔
- اقوام متحدہ کی سفارش پر عملدرآمد کرتے ہوئے تعلیمی بجٹ کے لیے کم از کم 6 فیصد جی ڈی پی مختص کیا جائے؛
- 5 سے 15 برس کی عمر کے لگ بھگ تین کروڑ بچے اسکول سے باہر ہیں۔ انہیں ہنگامی بنیادوں پر اسکولوں میں داخل کیا جائے۔
- خاص طور پر سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں اسکولوں کی عمارتوں کی مرمت/تعمیر نو کی جائے۔ جنوبی پنجاب میں سیلاب سے 200 کے قریب سکول منہدم ہو گئے ہیں۔
- پرائیویٹ سکول بہت زیادہ فیسیں وصول کر رہے ہیں، انہیں فوری طور پر روکا جائے۔
- تدریسی اداروں میں رٹہ نظام پر پابندی لگائی جائے۔

نوٹ: موجودہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے گریجویشن تک مفت تعلیم کا اعلان کیا ہے، یہ حیران کن ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ عملی طور پر کیا ہوتا ہے۔

(مصنف پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے پنجاب چیپٹر کے وائس چیئر ہیں)۔

اٹک: چار بچوں کو احمدی ہونے کی بنا پر سکول سے نکال دیا گیا

ترہب اصغر

صوبہ پنجاب کے شہر اٹک کے علاقے قصران میں کئی برسوں سے مقیم احمدی برادری سے تعلق رکھنے والے چار بچوں کو ان کے عقیدے کی بنیاد پر ایک نجی سکول سے نکال دیا گیا ہے۔

'دی ایجوکیٹرز' نامی سکول کے مٹھیال کیمپس کی جانب سے جاری ایک نوٹیفیکیشن کے مطابق تیسری، چھٹی، نوویں اور دسویں جماعت کے چار طالب علموں کو احمدی مذہب سے تعلق رکھنے پر سکول سے نکالا جا رہا ہے۔

ان بچوں کے والدین کا کہنا ہے کہ سکول پر دیگر بچوں، والدین اور مقامی لوگوں کا دباؤ تھا جس کے بعد اچانک ایک دن انھیں نوٹس ملا کہ ان کے بچوں کو اس سکول سے نکال دیا گیا ہے۔

ادھر بی بی سی کے رابطہ کرنے پر سکول کی پرنسپل نے کہا کہ وہ اس واقعے پر 'کسی قسم کا کوئی تبصرہ' نہیں کرنا چاہتیں۔

'نوٹس ملا کہ آپ کے بچوں کو نکال دیا گیا ہے'

بی بی سی کی جانب سے رابطہ کرنے پر ان بچوں کے اہل خانہ نے بتایا کہ یہ بچے کئی برسوں سے اس سکول میں زیرِ تعلیم تھے اور جب اس کا نام الائیڈ سکول تھا تب بھی بچوں کو احمدی ہونے پر تنگ کیا جاتا تھا جس پر والدین نے ان کا سکول چھڑوا دیا تھا۔

وہ کہتے ہیں کہ اس سکول کا نام تبدیل ہونے پر وہاں کی پرنسپل صاحبہ نے انھیں دوبارہ داخلہ دینے اور اس رویے کو روکنے کی یقین دہانی کروائی تھی۔ 'پرنسپل صاحبہ نے کہا تھا آپ فکر مت کریں۔ یہاں بچوں کے ساتھ مذہب کی بنیاد پر کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔'

ان والدین نے بتایا کہ دوبارہ داخلے کے بعد یہ بچے تین، چار سال سے یہیں پڑھ رہے تھے۔ 'ہمارے بچوں اور دوسرے بچوں میں تفریق تو کی ہی جاتی تھی لیکن پھر پچھلے کئی مہینوں سے انھیں زیادہ تنگ کرنا شروع کر دیا گیا۔'

انھوں نے یہ الزام بھی عائد کیا کہ 'ہمارے بچوں کو اکثر دیگر بچوں اور اساتذہ کی جانب سے ہراساں کیا جاتا تھا۔ ہم نے ہمیشہ اپنے بچوں کو سمجھایا کہ درگزر کریں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن اس مرتبہ مسئلہ ایک دم ہی سامنے آیا۔'

وہ کہتے ہیں کہ 'جو بچے سکول سے نکالے گئے ہیں ان میں نوویں جماعت کا بچہ بھی ہے اور اس کے امتحانات کے لیے بورڈ میں رجسٹریشن ہونی تھی۔ اس کے والدین کو بلا کر پوچھا گیا کہ فارم پر ایک خانہ ہے کہ بچہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ ہم نے انھیں کہا کہ آپ کا جو دل کرتا ہے آپ لکھ دیں۔ اس کے اگلے ہی دن ہمیں نوٹس ملا کہ آپ کے بچوں کو سکول سے نکال دیا گیا ہے۔'

بچوں کے والدین کا کہنا ہے کہ سکول پر دیگر بچوں، والدین اور مقامی لوگوں کا دباؤ تھا

'جب ہم سکول انتظامیہ کے پاس گئے تو ہمیں ان کی باتوں سے یہ محسوس ہوا کہ مقامی آبادی، بچوں اور اساتذہ کا پرنسپل پر دباؤ ہے جس کی وجہ سے انھیں یہ قدم اٹھانا پڑا۔ ہم نے یہ سوال بھی کیا کہ کیا یہ ایجوکیٹرز والوں کی پالیسی ہے جو احمدی بچوں کو داخلہ نہیں دیتے تو انھوں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم نے اپنے بچوں کو سکول نہیں بھیجا۔'

'جب ہم سکول انتظامیہ کے پاس گئے تو ہمیں ان کی باتوں سے یہ محسوس ہوا کہ مقامی آبادی، بچوں اور اساتذہ کا پرنسپل پر دباؤ ہے جس کی وجہ سے انھیں یہ قدم اٹھانا پڑا۔ ہم نے یہ سوال بھی کیا کہ کیا یہ ایجوکیٹرز والوں کی پالیسی ہے جو احمدی بچوں کو داخلہ نہیں دیتے تو انھوں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم نے اپنے بچوں کو سکول نہیں بھیجا۔'

'دوسرے بچے، اساتذہ ہم سے بات نہیں کرتے تھے'

سکول سے نکالے گئے احمدی بچوں کے والدین کا کہنا ہے کہ اس سے پہلے ان کے بچے گاؤں کے پاس والے سکول میں جاتے تھے اور 'وہاں سے نکال کر ہم نے دوسرے علاقے میں انھیں داخل کروایا تھا۔'

'لیکن جب ہمارے گاؤں سے کچھ ٹیچرز وہاں گئیں تو انھوں نے وہاں جا کر بتا دیا کہ یہ بچے احمدی ہیں جس کے بعد سے یہ مسائل ہوئے۔' ان کا مزید کہنا تھا کہ تعلیم تو سب کا بنیادی حق ہے چاہے کسی کا جو بھی مذہب ہو۔

بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے سکول سے نکالے گئے ایک بچے نے بتایا کہ 'مجھ سے (باقی) بچوں نے دوستی ختم کر دی تھی۔'

'یہاں تک کہ سب بچوں نے یہ بھی کہا کہ میرے ساتھ کوئی نہیں بیٹھے گا۔ میرے سب سے اچھے دوست نے مجھے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ، میں تمھیں کلمہ پڑھاتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں نے تو کبھی تمھیں نہیں کہا کہ تم اپنا عقیدہ تبدیل کرو۔ ہمیں ایک دوسرے کے عقیدے کا خیال رکھنا چاہیے۔ ٹیچرز نے بھی ہمارے ساتھ بات کرنی بند کر دی تھی۔'

ان بچوں میں سے ایک کے والد نے بتایا کہ 'میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہمارے علاقے میں بہت بُرے حالات ہیں۔ کوئی میچ ہوتا ہے تو پہلے ہی بینر لگا دیا جاتا ہے کہ احمدی نہیں آئیں گے۔ جگہ جگہ دکانوں پر لکھا ہوتا ہے کہ ہمارا داخلہ بند ہے۔'

'لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم احمدی ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستانی بھی تو ہیں۔ (ہمیں) اس ملک میں زندہ رہنے اور زندگی گزارنے کا اتنا ہی حق حاصل ہونا چاہیے جتنا کسی اور پاکستانی کو ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ڈوبتے پاکستان میں خواجہ سراؤں کا خوف

محمد حنیف

دنیا کے بڑے بڑے سائنسدانوں نے راتوں کو جاگ کر تحقیق کی ہے اور پتہ چلایا ہے کہ پاکستان میں آنے والی سیلابی تباہی کی ذمے دار گلوبل وارمنگ ہے جس میں پاکستان نے نہ ہونے کے برابر حصہ ڈالا ہے۔

ماہرین کہہ رہے ہیں کہ جن امیر ملکوں کی وجہ سے ہم پر یہ تباہی آئی ہے وہ پاکستان کو ہرجانہ دیں۔ انجلینا جولی پاکستان کا دورہ کر کے گئی ہیں اور انھوں نے فرمایا ہے کہ پوری دنیا کے آفت زدہ علاقے دیکھے ہیں لیکن اتنی تباہی نہیں دیکھی۔

عمران خان ہر چوتھے دن امدادی رقوم اکٹھی کرنے کے لیے ٹیلی تھون کر رہے ہیں۔ وزیر اعظم امریکہ پہنچ کر عالمی ضمیر جھنجھوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو صحافی بھی فیلڈ رپورٹنگ کر کے آتا ہے وہ بھوک، بیماری اور نا امیدی کی ایسی کہانی بیان کرتا ہے جو اس نے اپنے کیریئر میں پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

ایسے وقت میں جب اس آفت سے نمٹنے کے لیے اپنے اختلافات ایک طرف رکھ کر یکسوئی سے مصیبت زدگان کی بحالی کے لیے کام کرنے کی ضرورت پر زور دیا جا رہا ہے تو جماعت اسلامی کے ایک سینیٹر ہیں جن کو یاد آتا ہے کہ چار سال پہلے ہماری پارلیمان نے خواجہ سراؤں کو تمام شہریوں کے برابر حقوق دیے تھے وہ اسلام کے خلاف ایک سازش ہے اور ہمارے مثالی خاندانی نظام پر ایک حملہ ہے۔

(جی یہ وہی خاندانی نظام ہے جس میں خاندان پر لازم ہے کہ اگر گھر میں لڑکی کا گلا کاٹا جا رہا ہو یا اسے ڈمبل سے مارا جا رہا ہو تو کوئی مداخلت نہ کریں کیونکہ اس سے خاندان بدنام ہو سکتا ہے۔)

ہو سکتا ہے میری طرح آپ نے بھی کبھی سینیٹر مشتاق صاحب کا نام نہ سنا ہو لیکن آپ نے جماعت اسلامی کا نام ضرور سنا ہوگا۔ اگر جماعت اسلامی کا نام بھی نہیں سنا تو ان کے فلاحی ادارے الخدمت کا نام حالیہ سیلاب کے دنوں میں ہر طرف گونج رہا ہے۔

الخدمت کے کارکن وہاں وہاں پہنچ کر لوگوں کی مدد کر رہے ہیں جہاں اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ کشتیوں میں لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال رہے ہیں۔ ان کے لیے خیمے، دوائیں پہنچا رہے ہیں۔ کسی کی مدد کرنے سے پہلے اس سے اس کا مذہب یا فرقہ نہیں پوچھتے۔

آپ نے بھی وہ ویڈیوز دیکھی ہوں گی جس میں الخدمت

کے رضا کار اپنی جان پر کھیل کر بلیوں اور کتوں کو محفوظ مقامات تک پہنچا رہے ہیں۔ میں ذاتی طور پر کئی ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو جماعت اسلامی کے نظریاتی مخالف ہیں، کبھی زندگی میں جماعت کو ووٹ دینے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ لیکن سیلاب زدگان کی امداد کے لیے چندہ صرف جماعت اسلامی کی تنظیم الخدمت کو دیتے ہیں۔

یہ سارے نیک اور احسن کام دیکھ کر کئی دردمند یہ پوچھتے ہیں کہ لوگ چندہ تو جماعت اسلامی کو دیتے ہیں لیکن ووٹ کیوں نہیں دیتے؟

اس کا سیدھا سا جواب ہے سینیٹر مشتاق جیسے لوگ اور ان کی ذہنیت جو بقول ایک خواجہ سرا کے اس مصیبت کے وقت میں بھی خواجہ سراؤں کی شلواریں ٹٹول رہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ خواجہ سرا پاکستان کا شاید سب سے دھتکارا ہوا طبقہ ہیں۔ کئی سالوں سے پاکستان کے کئی علاقوں میں ان کی ٹارگٹ کلنگ جاری ہے۔ پاکستان کے دھتکارے ہوئے لوگ بھی انھیں دھتکارتے ہیں۔

پاکستانی مرد اس سے بڑی گالی کوئی نہیں سمجھتا کہ کوئی اسے خواجہ سرا یا کھسرا کہہ دے۔ ان کی قسمت میں یہی دیکھا گیا ہے کہ وہ یا تو بھیک مانگیں یا ناچیں گائیں۔

اپنے گھر والوں سے بھی گالیاں کھائیں اور بازار میں بھی رسوا ہوں۔ ایسے ماحول میں اگر کوئی اپنے حقوق کی بات کرنے والا یا پڑھا لکھا خواجہ سرا نظر آ جائے تو ہماری مشرقی روایات خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔

اسی لیے چار سال پہلے جب خواجہ سراؤں کو تقریباً انسان ماننے والا قانون پاس ہوا تو ایک خوشگوار حیرت ہوئی کہ اگر ہمارے قانون دان سر جوڑ کر بیٹھ جائیں تو مظلوموں کا بھلا بھی کر سکتے ہیں۔

سینیٹر مشتاق نے قوم کو نہیں بتایا کہ جب سے یہ قانون پاس ہوا ہے ہمارے ملک میں فحاشی اور عریانی میں کتنا اضافہ ہوا ہے (اور اگر ہوا ہے تو سینیٹر صاحب نے اس کا مشاہدہ کہاں پر کیا ہے)، خواجہ سراؤں نے کتنے لوگوں کی شادیاں تڑوائی ہیں، کتنے پاکباز نوجوانوں کو راہِ راست سے گمراہ کیا ہے۔ اور کیا ہمارا ایمان، ہمارا ملک، ہمارا معاشرہ اتنی کمزور بنیادوں پر کھڑا ہے کہ خواجہ سراؤں کو انسان ماننے سے اس کی بنیادیں ہلنے لگتی ہیں۔

جماعت اسلامی کو چاہیے کہ اگر وہ واقعی اس معاشرے کو سدھارنا چاہتی ہے اور کچھ ووٹ بھی لینا چاہتی ہے تو ٹی وی پر الخدمت کے رضا کاروں کو بھیجے اور خواجہ سراؤں کے خواب دیکھنے والے سینیٹر حضرات کو کچھ عرصے کے لیے سیلاب زدہ علاقوں میں بھیجے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

اولین ایجنڈا

ڈاکٹر توصیف احمد

کچھ دنوں کی خاموشی کے بعد ڈاکٹر شیریں مزاری نے یہ انکشاف کیا کہ بل کا سینیٹ سے منظور کردہ مسودہ لاپتہ ہوگیا ہے۔ پارلیمنٹ کی ہزار سال کی تاریخ میں کسی منتخب ایوان کے منظور شدہ بل کا لاپتہ ہونا تاریخ کا ناقابلِ فراموش واقعہ ہے۔ ڈاکٹر شیریں وفاقی وزیر بننے سے پہلے شیریں مزاری ساکھ بہت اچھی تھی مگر انھوں نے اپنی ناکامی پر استعفیٰ دینے کے بارے میں نہیں سوچا۔ ذرائع ابلاغ سے دستیاب اطلاعات کے مطابق سینیٹ نے دوبارہ اس بل کے مسودہ کا جائزہ لینا شروع کیا ہے۔ گزشتہ دنوں تحریک انصاف کے رہنما شہباز گل کی گرفتاری پر تحریک انصاف کی قیادت نے خاصا واویلہ کیا حالانکہ شہباز گل کو فوج میں نفرت پھیلانے کے جرم پر ایف آئی اے اور پولیس نے گرفتار کیا تھا۔ ان کا ڈرائیور گرفتاری سے بچنے کے لیے بنی گالہ میں روپوش ہوا تو ڈرائیور کی اہلیہ کو بچی سمیت حراست میں لیا گیا تاہم اسے پوچھ گچھ کے بعد رہا کردیا گیا۔

ایک طرف قدرتی آفات ہیں۔ ریلیف دینے میں ریاست کی ناکامی نے عام آدمی کے اعتماد کو مجروح کیا ہے تو دوسری طرف انسانی حقوق کی پامالی کے تناظر میں بھی مسائل اسی طرح ہیں۔ لاپتہ افراد کے معاملات تاحال مکمل طور پر حل نہیں ہوسکے۔

سابق وزیراعظم عمران خان کا پونے چار سالہ اقتدار بھی انسانی حقوق اور ذرائع ابلاغ کے حوالے سے اچھا نہیں رہا، عمران خان کی کابینہ میں ڈاکٹر شیریں مزاری انسانی حقوق کی وفاقی وزیر رہی ہیں۔ ان کا بیانیہ یہ ہے کہ ان سمیت وفاقی کابینہ کے کئی اراکین جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کے خلاف ریفرنس دائر کرنے کے حق میں نہیں تھے مگر فروغ نسیم کے پرزور دلائل پر عمران خان اس پر تیار ہوئے تھے۔

فروغ نسیم نے اپنے خلاف اس موقف کی نفی کی ہے۔ بہرحال شیریں مزاری نے ایک ٹی وی انٹرویو میں اینکر کے سوالات پر کہا کہ شہری کو جبری لاپتہ کرنے Enforced disappearance کا بل کابینہ کے سامنے زیرِ غور آیا تو خان صاحب نے کہا کہ بہت دیر ہوگئی ہے، ہمیں اس کو منظور کرنا ہے، یہ بذریعہ سرکولیشن بل کا ڈرافٹ منظور ہوا۔ ڈاکٹر شیریں مزاری نے اس حقیقت کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ سینیٹ نے لاپتہ افراد کا بل منظور کرلیا تھا۔

کچھ دنوں کی خاموشی کے بعد ڈاکٹر شیریں مزاری نے یہ انکشاف کیا کہ بل کا سینیٹ سے منظور کردہ مسودہ لاپتہ ہوگیا ہے۔ پارلیمنٹ کی ہزار سال کی تاریخ میں کسی منتخب ایوان کے منظور شدہ بل کا لاپتہ ہونا تاریخ کا ناقابلِ فراموش واقعہ ہے۔ وفاقی وزیر بننے سے پہلے ڈاکٹر شیریں مزاری کی ساکھ بہت اچھی تھی مگر انھوں نے اپنی ناکامی پر استعفیٰ دینے کے بارے میں نہیں سوچا۔ ذرائع ابلاغ سے دستیاب اطلاعات کے مطابق سینیٹ نے دوبارہ اس بل کے مسودہ کا جائزہ لینا شروع کیا ہے۔

گزشتہ دنوں تحریک انصاف کے رہنما شہباز گل کی گرفتاری پر تحریک انصاف کی قیادت نے خاصا واویلہ کیا حالانکہ شہباز گل کو فوج میں نفرت پھیلانے کے جرم پر ایف آئی اے اور پولیس نے گرفتار کیا تھا۔ ان کا ڈرائیور گرفتاری سے بچنے کے لیے بنی گالہ میں روپوش ہوا تو ڈرائیور کی اہلیہ کو بچی سمیت حراست میں لیا گیا تاہم اسے پوچھ گچھ کے بعد رہا کردیا گیا۔

اس پر تحریک انصاف کے ٹائیگرز نے سوشل میڈیا پر طوفان اٹھا دیا، عمران خان نے جارحانہ پالیسی اختیار کی۔ شہباز گل کا جسمانی ریمانڈ دینے پر عمران خان نے بھرے جلسے میں پولیس افسران اور خاتون مجسٹریٹ کو نام لے کر دھمکیاں دیں اور اب وہ توہین عدالت کے الزام میں عدالت میں پیشیاں بھگت رہے ہیں۔

اس تمہید کا مقصد یہ بتانا ہے کہ طاقت ور لوگ اپنے ساتھیوں کی گرفتاری پر واویلہ مچاتے ہیں، لیکن اگر کسی غریب آدمی کو گرفتار کرلیا جائے یا کوئی عام آدمی کو نامعلوم لوگ کہیں لے جائیں اور وہ واپس نہ آئے تو اس پر طاقتور لوگ کوئی توجہ نہیں دیتے۔ گزشتہ روز پتہ چلا کہ کتابیں فروخت کرنے والے ایک نوجوان فہیم حبیب اپنی دکان سے چند نامعلوم افراد کے ہمراہ کہیں چلے گئے اور پھر واپس نہیں آئے۔

اس کے لواحقین کے بقول فہیم ٹائیفائیڈ اور لو بلڈ پریشر کا مریض ہے اور اسے چکر بھی آتے ہیں۔ متعلقہ تھانہ کے اہلکاروں کو بھی اس نوجوان کے اچانک کہیں جانے کا علم نہیں ہے۔ فہیم حبیب کو کتابوں سے عقیدت ہے مگر یہ غریب ہے، اس لیے تحریک انصاف سمیت کوئی سیاسی رہنما فہیم کے بارے میں کچھ کہنے کو تیار نہیں ہیں۔

تھانوں اور جیلوں میں غیر قانونی تشدد یا شہریوں کا ماورا عدالت اغواء بین الاقوامی جرم قرار دیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور سول و پولیٹیکل رائٹس کنونشن میں تشدد کی ہر قسم کو خواہ وہ جسمانی ہو یا ذہنی تشدد ہو فوجداری جرم قرار دیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سول و پولیٹیکل رائٹس کنونشن کی توثیق کرنے والے ممالک اس بارے میں قانون سازی کے پابند ہیں۔

پرویز مشرف، میاں نواز شریف اور آصف زرداری کی حکومتوں نے اس حوالے سے جامع قانون سازی پر توجہ نہ دی۔ عمران خان کے بارے میں بعض خوش گمان کارکنوں کو امید تھی کہ وہ کیونکہ برطانیہ کے قانونی نظام کی اچھائیوں کو بیان کرتے رہتے ہیں تو وہ ضروری بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے ان قوانین کو پارلیمنٹ سے منظور کرائیں گے بلکہ ان کے عملی اطلاق کے لیے ایک مضبوط طریقہ کار طے ہوگا۔

اسلام آباد ہائی کورٹ کے موجودہ چیف جسٹس اطہر من اللہ نے چند ماہ قبل ایک فیصلہ میں لکھا تھا کہ اب دنیا بھر میں ہتک عزت اور توہین عدالت پر فوجداری مقدمہ قائم نہیں ہوتا۔ جسٹس اطہر من اللہ نے اس فیصلہ میں مزید لکھا ہے کہ اب تو افریقی ممالک میں بھی یہ قانون متروک ہوچکا ہے۔ پاکستان میں اس کے اطلاق کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کیونکہ ہتک عزت سول کیس ہے، یہ فوجداری کیس نہیں ہوتا۔ برطانیہ میں لا آف ٹارٹ سول رائٹس کے حوالے سے مقدمات کو ڈیل کرتا ہے۔

بہرحال عمران خان حکومت کو روندنے کے جس گھوڑے پر سوار ہیں، انھیں کچھ دنوں کے لیے اس گھوڑے سے اترنا چاہیے۔ موجودہ وزیر داخلہ رانا ثناء اللہ اور سابق وزیر اطلاعات پرویز رشید بھی ریاستی تشدد سے گزرے تھے۔ علی وزیر اور بہت سے سیاسی کارکنوں کے ساتھ روزانہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

تمام سیاسی جماعتوں کو اس طرح کے واقعات کی مذمت کرنی چاہیے۔ 30 اگست کو جبری گمشدگی کی روک تھام کا عالمی دن منایا گیا۔ حکومت تحریک انصاف سمیت تمام جماعتوں کو تشدد کی روک تھام کے بل اور لاپتہ افراد کے قانون کی منظوری کو اولین ایجنڈا اپنانا چاہیے۔

(بشکریہ ایکسپریس نیوز)

اختر بلوچ کی یاد میں۔۔۔۔

ڈاکٹر ناظر محمود

اختر بلوچ کو دنیا 'کراچی والا' کے نام سے بھی جانتی ہے۔ان کا اپنا ایک الگ ہی طرز مزاحمت تھا۔

انہوں نے ڈان کے لیے لکھے گئے اپنے بلاگز میں ہمارے ورثے کی بربادی کو نمایاں کیا اور اس طرح ہمارے ثقافتی زوال کے خلاف مزاحمت کی۔ان کی تحریروں کو اندرون و بیرونِ ملک بہت پذیرائی ملی۔انہوں نے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) میں اپنے کام کے ذریعے پاکستان میں بالعموم اور سندھ میں بالخصوص انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی مزاحمت کی۔

اختر بلوچ نے کمزور طبقے کے حقوق کی جنگ لڑی، ان میں چھوٹے لسانی و مذہبی گروہوں سے لے کر مخنث اور متنوع جنسی رجحانات رکھنے والے گروہ بھی شامل تھے۔وہ ایک سرگرم کارکن تھے جن پر علم کا تڑکا بھی لگا ہوا تھا۔پرانی کتابوں، عمارتوں اور مخطوطات پر ان کی گہری نظر رہتی تھی۔وہ فرض عین سمجھ کر پرانی کتابوں کے اسٹالز پر جاتے اور شاعری و نثر میں انسان دوستی کے پہلو تلاش کرتے تھے۔

31 جولائی 2022ء کو وہ 55 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔وہ ایک بہت ہی اچھے صحافی اور خیال رکھنے والے دوست تھے جن کے جانے سے ہماری ختم ہوتی ہوئی دانشورانہ میراث کو مزید نقصان پہنچا ہے۔

اس تحریر کا مقصد وفیات لکھنا نہیں ہے بلکہ قارئین کو یہ بتانا ہے کہ اختر بلوچ کی جدوجہد کن چیزوں کے لیے تھی۔اختر بلوچ 1967ء میں میرپور خاص میں پیدا ہوئے تھے۔انہوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی 30 سال وہیں گزارے۔کالج کے دنوں میں انہوں نے کئی ادبی و سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔یہ جنرل ضیاالحق کی حکومت کا تاریک دور تھا۔

اختر بلوچ تحریک بحالی جمہوریت (ایم آر ڈی) کے عینی شاہد تھے۔نوعمری میں ہونے کے باوجود وہ اس درد اور عتاب کو محسوس کر سکتے تھے جو جنرل ضیا اور ان کے ساتھی اپنے مخالفین پر ڈھاتے تھے۔اختر بلوچ کا ادبی سفر اس وقت شروع ہوا جب انہوں نے سندھی زبان میں موجود چیزوں کا مطالعہ شروع کیا اور کچھ منتخب چیزوں کا اردو ترجمہ کیا۔زبانوں سے ان کے لگاؤ نے ایک معروف مترجم کے طور پر ان کی مہارت میں اضافہ کیا۔30 سال کی عمر میں وہ ایک صحافی اور مترجم کے طور پر معروف ہو چکے تھے۔

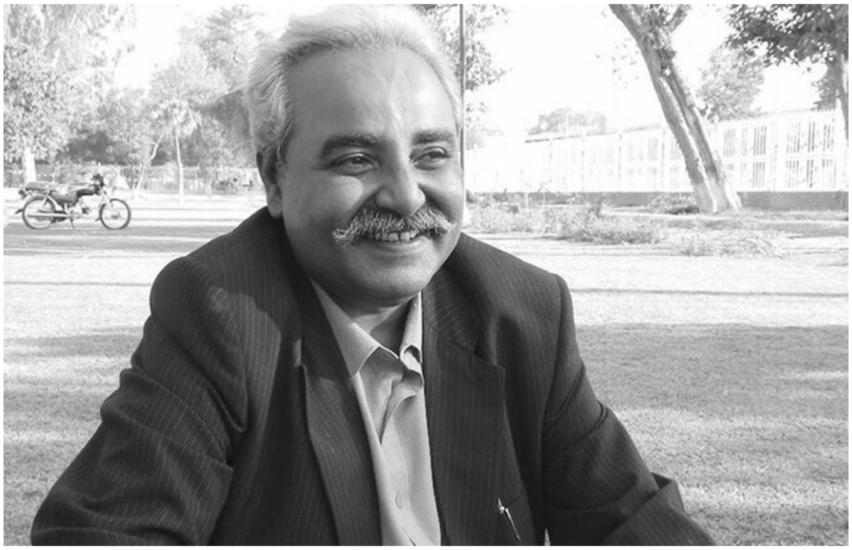

اس کے بعد اختر بلوچ نے حیدرآباد کا رخ کیا جہاں وہ انسانی حقوق کے ایک بے خوف کارکن کے طور پر سامنے آئے۔ایچ آر سی پی کو بھی ان کی کوششوں سے بہت فائدہ ہوا کیونکہ وہ اس کے صوبائی کوآرڈینیٹر تھے۔چونکہ ملک اس وقت ایک دوسرے فوجی آمر جنرل پرویز مشرف کے زیرِ حکومت تھا اس وجہ سے اختر بلوچ بھی جابروں کے ہدف پر آ گئے۔2003ء میں یومِ پاکستان پر انہیں 'نامعلوم افراد' نے اغوا کیا۔انہیں دھمکیاں دی گئیں اور انہیں چھوڑنے سے قبل کئی دنوں تک تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

اختر بلوچ نے اپنی زندگی کے آخری 20 سال کراچی میں گزارے جہاں دوستوں، صحافیوں، قارئین اور طلبہ سمیت کئی لوگ انہیں جانتے تھے۔ان کے ہمیشہ مسکراتے چہرے نے انہیں بہت سے لوگوں کے لیے پسندیدہ بنا دیا تھا۔وہ ان کے لیے ایسے مسائل کے بارے میں معلومات کا ذریعہ بن گئے تھے جنہیں عام طور نظرانداز کیا جاتا ہے۔سندھ میں مخنث افراد کے ساتھ کام کرنے کے بعد وہ ایک معروف محقق بھی بن گئے تھے۔2010ء میں کراچی میں سٹی پریس نے ان کی کتاب بعنوان 'تیسری جنس' شائع کی۔علم و ادب نے اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن 2020ء میں شائع کیا۔

تیسری جنس

تیسری جنس بنیادی اور ثانوی تحقیق کا ایک شاندار کام ہے۔اس سے سندھ میں رہنے والے مخنث افراد کو درپیش مشکلات کا ایک خاکہ سامنے آتا ہے اور ان کی مخصوص زبان 'فارسی چاند' عوام کے سامنے آتی ہے۔مخنث افراد کی اپنی ایک مخصوص زبان ہوتی ہے جو عام افراد مشکل سے ہی سمجھتے ہیں۔اختر بلوچ نے مخنث افراد کے ساتھ خاصا وقت گزارا اور ان کی زبان کی پیچیدگیوں کو دستاویزی صورت میں لائے۔یہ مختلف زبانوں کا مجموعہ تھا۔کچھ معروف مخنث افراد بشمول بندیہ رانا، گرو گیتا، شاہانہ عرف شانی اور یاسمین فقیر نے اختر بلوچ پر بھروسہ کرتے ہوئے انہیں وہ باتیں بھی بتائیں جو وہ کسی اور کو نہیں بتاتے۔

انہوں نے سندھ میں ایسے کئی شہروں کا دورہ کیا جہاں مخنث افراد کا 'ڈیرہ' موجود ہے۔حیدرآباد شہر میں مخنث افراد کا مرکز گھڈ ڑاگلی میں ہے جہاں اختر بلوچ جایا کرتے تھے۔اس کتاب میں سب سے اچھی چیز یہ ہے کہ اس میں مخنث افراد کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اختر بلوچ نے مخنث افراد کے رہنماؤں اور سرگرم کارکنوں کے انٹرویوز کے ذریعے وہ قیمتی معلومات جمع کی ہیں جو پہلے کہیں دستیاب نہیں تھیں۔تقریباً 2 درجن انٹرویوز پر مبنی یہ کتاب مخنث افراد کے استحصال اور پسماندگی کی ایک خوفناک کہانی سناتی ہے۔

یہ کتاب فوراً ہی مقبول ہوگئی اور آج بھی علمی معلومات کا ایک منفرد ذریعہ ہے۔مستند واقعات اور حوالوں نے ان کے بیانیے کو معتبر بنایا اور اختر بلوچ نے ایک ایسے طبقے کو آواز دی جو جبر کا شکار ہے۔

اردو ادب میں انسان دوستی

اختر بلوچ کی ایک اور کتاب 'اردو ادب میں انسان دوستی' بھی بہت مقبول ہوئی۔یہ ایک خالص علمی کام ہے جس میں انہوں نے 17ویں سے 19ویں صدی تک کے اردو ادب میں انسان دوستی کی روایت کا تجزیہ کیا ہے۔یہ ایک ایسا

خزانہ ہے جو پڑھنے والوں کو اردو ادب میں شامل انسان دوستی کے تصورات سے روشناس کرواتا ہے۔ اس کتاب میں اختر بلوچ نے انسان دوستی کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ کس طرح ادب سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تخلیقی تحریر کا اصل ہی یہ ہے کہ زندگی کے حوالے سے انسان دوستی کا رجحان رکھا جائے۔ اس تصور کے مطابق جب نفرت اور محبت کسی خلا کو پُر کرنے کے لیے آمنے سامنے آجائیں تو جیت محبت کی ہوگی۔

انہوں نے اپنی تحقیق کا آغاز دکن میں تخلیق پانے والے اردو کے ابتدائی ادب سے کیا۔ انہوں نے دکن کے ماحول میں انسان دوستی کے عناصر کی کھوج کی جہاں اردو پرورش پا رہی تھی۔ اس کے بعد وہ 18 ویں صدی پر چلے گئے جہاں اس دور کے ادب اور شاعری کے موضوعات میں سیاسی انحطاط کا رنگ نظر آتا ہے۔

اختر بلوچ نے تیزی سے بدلتے معاشرے کے بارے میں میر جعفر زٹلی اور ان کے ہم عصر شاعروں کے تحفظات پر گفتگو کی۔ ہندوستان بھر میں جاری افراتفری نے اس وقت کے ادب کو بھی متاثر کیا اور مصنفین اور شاعر سماجی اور سیاسی حقائق سے دُور نہ رہ سکے۔ اختر بلوچ نے اس کتاب میں میر اور سودا جیسے شاعروں سے لے کر 18 ویں صدی کے آخر میں ابھرتی ہوئی اردو نثر تک کئی جوہر پیش کیے ہیں۔

اختر بلوچ کی دلچسپی ادب کی کسی ایک صنف میں نہیں تھی۔ انہوں نے 17 ویں سے 19 ویں صدی تک کی مختلف اصناف کو دیکھا۔ انہوں نے یہ بات ثابت کی کہ اردو ادب کی تمام اصناف میں انسان دوستی کا موضوع مشترک ہے۔ ممتاز ادیبوں کی خوبیوں اور خامیوں کا مطالعہ کر کے اختر بلوچ نے نوآبادیاتی دور کی پہلی صدی میں سامنے آنے والے ادبی رجحانات سے پردہ اٹھایا۔ ان میں اختر بلوچ کے پسندیدہ شاعر مرزا غالب بھی شامل ہیں، وہ بھی انسان دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور وہ آج بھی اردو شاعری پر غالب ہیں۔

اس کتاب کا اختتام 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد تشکیل پانے والے معاشرے پر بحث سے ہوتا ہے۔ اس میں اختر بلوچ 19 ویں صدی کے نصف آخر اور خصوصاً سر سید احمد خان کی تحریک کے تناظر میں اردو ادب میں آنے والی تبدیلیوں کو بیان کرتے ہیں۔

کرانچی والا

اختر بلوچ نے 2013ء میں 'کرانچی والا' کے نام سے بلاگز لکھنا شروع کیے جن میں وہ کراچی کی پرانی عمارتوں، شخصیات اور سڑکوں کے بارے میں لکھتے تھے۔ ان کی تحریریں انٹرنیٹ پر بیک وقت انگریزی، اردو اور سندھی زبان میں شائع ہوتی تھیں۔ اس وجہ سے بلوچستان میں انتخاب اخبار اور آزادی اخبار اور لاہور اور پشاور میں مشرق اخبار ان کی تحریریں شائع کرتے۔ تاریخی درستگی کے لیے ان کی کوششیں بے مثال تھی کیونکہ وہ انتہائی غیر متوقع لوگوں اور مقامات سے حوالہ جات تلاش کرتے تھے۔ ان کے منفرد انداز نے انہیں علمی برادری کے اندر بھی ایک معتبر حوالہ بنا دیا تھا۔

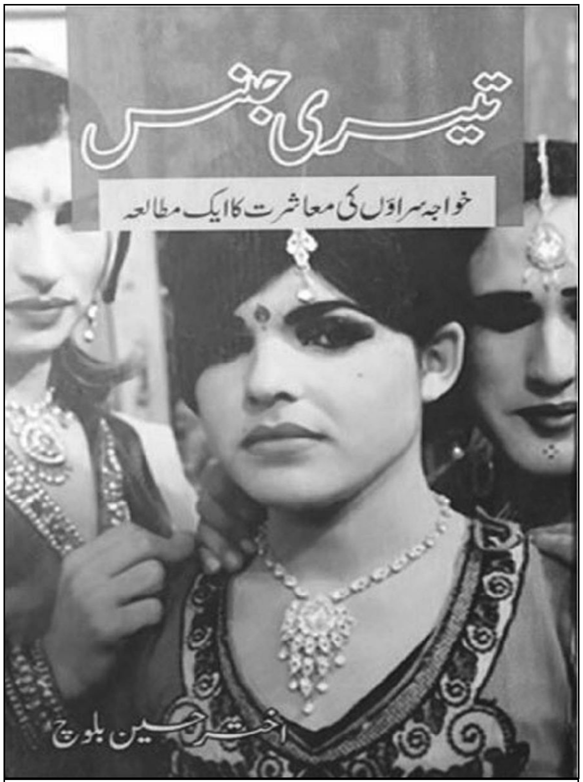

اختر بلوچ کی کتاب 'تیسری جنس'

انہوں نے سندھ میں کاروکاری (غیرت کے نام پر قتل)، جرگہ نظام، اور شیڈول کاسٹ اور دیگر پسماندہ گروہوں کے درپیش مشکلات کے حوالے سے بھی لکھا۔ وہ وفاقی اردو یونیورسٹی سے بطور جز وقتی استاد بھی وابستہ رہے۔ اپنے مقبول بلاگز کے ذریعے 'کرانچی والا' کے طور پر ان کی شناخت کو خوب پذیرائی ملی۔

ان بلاگز میں تاریخ کے ان موضوعات کا بھی احاطہ کیا گیا جنہیں بہت سے لوگ ممنوع سمجھتے تھے یا بحث کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر 2016ء میں جب ان کے بلاگز کا پہلا مجموعہ کتابی صورت میں سامنے آیا تو اس میں محمد علی جناح اور رتی کے درمیان شادی کا پیغام دینے کے واقعے نے قارئین کی دلچسپی حاصل کی۔ اس واقعے کی تصدیق کے لیے ہمارے اختر بلوچ نے شریف الدین پیرزادہ کی کتاب تلاش کی اور اس کا صحیح حوالہ دیا۔ انہوں نے اس واقعے کو بغیر کسی سنسنی کے بیان کیا۔ حقائق کی چھان بین کرنا ان کی خاصیت تھی اور بعض اوقات اپنے بلاگز میں استعمال ہونے والے ذرائع کی تصدیق کے لیے مواد کی تلاش میں وہ ہفتوں بلکہ بعض اوقات تو مہینوں تک کوشش کرتے۔ چونکہ وہ اپنی جستجو میں پُرجوش اور اپنے تجزیے میں بالکل غیر جذباتی ہوتے تھے اس وجہ سے ان کی تحریریں غیر جانبدارانہ ہوتی تھیں۔ اپنے بلاگز کے آخر میں وہ قارئین سے کہتے کہ وہ اس موضوع کے حوالے سے انہیں اضافی معلومات سے روشناس کروائیں۔ یہ چیز انہیں فکری طور پر ایک لچکدار شخص کے طور پر پیش کرتی ہے۔ وہ اکثر ڈاکٹر مبارک علی، حسین نقی، آئی اے رحمٰن، صبا دشتیاری اور توصیف احمد خان کے حوالے دیا کرتے تھے جنہیں وہ اپنا سرپرست اور رہنما بھی سمجھتے تھے۔

ان افراد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہی انہوں نے تاریخ کے اس عمومی راستے سے مختلف راستہ اختیار کیا جو پاکستان کی درسی کتابوں میں بتایا جاتا ہے۔ ان کی اس کوشش نے تاریخ کے حوالے سے ایک غیر روایتی انداز کو جنم دیا جو ماضی قریب کے کچھ کھوئے ہوئے صفحات کو دریافت کرنے کا باعث بنا۔ ان کی سب سے زیادہ دلچسپی ان عمارتوں اور لوگوں کو سامنے لانا تھی جو ہماری تعریف اور توجہ کے مستحق ہیں۔ ان کے بلاگز سندھ کے شہروں اور قصبوں اور اس کے لوگوں کے حوالے سے تحقیق پر مبنی ہوتے تھے۔ یہ بلاگز ان افراد کی مرکزی دھارے سے دُوری کو بھی ختم کرتے تھے۔

اختر بلوچ کا تمام کام ہمارے ماضی کو مسخ کرنے والے تاریخ سے متعلق تمام سرکاری بیانیے کی مزاحمت اور اسے چیلنج کرتا ہے۔ انہوں نے اپنے کام کے ذریعے تاریخ کے حوالے سے غلط فہمیوں کو دُور کیا ہے۔ انہوں نے جو کام کیا ہے وہ بے مثال ہے۔ وہ سندھ میں عوام کی تاریخ کے حقیقی حامی تھے اور انہوں ں ے اپنے ساتھی محققین اور طلبہ کے لیے ایک متبادل راستہ ہموار کیا جو غیر موافقت پسندانہ تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ 40 بلاگز پر مشتمل پہلی کتاب 'کرانچی والا 1' کے 3 ایڈیشن شائع ہوئے جس نے انہیں اس کتاب کا دوسرا حصہ مرتب کرنے کی ترغیب دی۔ 30 بلاگز پر مشتمل یہ کتاب 2020ء میں شائع ہوئی جس میں بہت اہم معلومات تھیں۔ انہوں نے مارچ 1940ء کی قراردادِ لاہور کے حوالے سے لکھے گئے اپنے بلاگ میں اس قرارداد کی منظوری کی تاریخ کو چیلنج کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اس کی درست تاریخ 23 نہیں بلکہ 24 مارچ ہے۔ اسی طرح

ایک اور بلاگ میں انہوں نے یہ بیان کیا کہ پاکستان کا اصل یومِ آزادی 15 اگست ہے۔

جام ساقی اور نذیر عباسی کے حوالے سے لکھے گئے بلاگ میں انہوں نے ماضی قریب میں سول اور فوجی حکومتوں کے دوران بائیں بازو اور ترقی پسند سیاسی سرگرمیوں میں حائل مشکلات کا ذکر کیا ہے۔ ایک سیکولر ایکٹوسٹ ہونے کے باوجود سندھ کی مختلف مذہبی برادریوں کی جانب سے کیے گئے مثبت اقدامات کو بھی بیان کیا ہے۔ ایسی ہی ایک شخصیت جس نے ان کی دلچسپی حاصل کی وہ بھگت کنور رام تھے جو مختلف برادریوں کے درمیان ہم آہنگی اور محبت کو فروغ دینے والے تھے۔ بھگت ایک ہندو موسیقار، گلوکار اور بے لوث شخص تھے۔ اختر بلوچ نے بتایا کہ پیر بھرچونڈی شریف کے ایک جنونی پیروکار نے 1939ء میں بھگت کو قتل کردیا تھا۔

اختر بلوچ کو تحقیق کا جنون تھا لیکن وہ اکثر دوسرے نام نہاد صحافیوں اور اینکر پرسن کی جانب سے سرقے کا نشانہ بنتے تھے۔ اس کی ایک قابلِ ذکر مثال یہ ہے کہ ایک اینکر پرسن نے حوالہ دیے بغیر کراچی میں یہودی عبادت گاہ پر لکھے گئے اختر بلوچ کی مکمل تحقیق کا سرقہ کیا۔ حتیٰ کہ اختر بلوچ نے جو تصاویر لی تھیں اور اپنے بلاگ کے لیے استعمال کی تھیں وہ بھی بغیر کسی حوالے یا اجازت کے ڈاؤن لوڈ اور استعمال کی گئیں۔

یہ کوئی اکیلا واقعہ نہیں تھا کیونکہ اسی اینکر نے بعد میں فاطمہ جناح کے جنازے پر لکھے گئے اختر بلوچ کے بلاگ کو نقل کیا تھا۔ اسے بعد میں بہت سے اخبارات نے دوبارہ پیش کیا، جن میں سے کچھ نے اختر بلوچ کے کام کو تسلیم کیا جبکہ دوسروں نے نہیں کیا۔ اسی طرح ایک شخص نے تو فاطمہ جناح کے جنازے کے حوالے سے 36 صفحات پر مشتمل کتابچہ بھی شائع کیا جس میں اختر بلوچ کا بلاگ استعمال کیا گیا، مگر اس میں اختر بلوچ کا کوئی حوالہ نہیں تھا۔

اختر بلوچ خوش تھے کہ ان کا کام بڑے پیمانے پر شائع ہو رہا ہے لیکن یہ بدقسمتی تھی کہ اس کی داد دوسروں کو مل رہی تھی۔ آدرش ایاز لغاری اور عارف انجم نے ڈان کے لیے لکھے گئے ان کے اردو بلاگز کا انگریزی میں ترجمہ کیا جبکہ کچھ دیگر سندھی میگزینوں نے بھی ان کے بلاگز ترجمہ کر کے شائع کیے۔

دوسری جانب اختر بلوچ کا حال یہ تھا کہ اگر کسی نے ان کے بلاگ کے لیے ذرا سا بھی تعاون کیا ہوتا تو وہ اس کا حوالہ ضرور دیتے۔ اس کے حوالے سے وہ ہمارے مرحوم دوست مصدق سانول کا ذکر کرتے تھے جن سے انہوں بہت کچھ سیکھا تھا۔

'کراچی والا' سلسلے کی ان کی تیسری کتاب، جو انہوں نے نظر ثانی کے لیے مجھے دی تھی، وہ 2020ء میں شائع ہوئی۔ افسوس کی بات ہے کہ میں اسے کسی نہ کسی وجہ سے ٹالتا رہا، مجھے نہیں معلوم تھا کہ جب میں آخر کار ان کے بارے میں لکھنے بیٹھوں گا تو شاید وہ یہاں موجود نہ ہوں۔ وسعت اللہ خان نے انہیں کراچی کا سرجان مارشل کہا ہے۔ جان مارشل نے موہنجودڑو کے کھنڈرات دریافت کیے تھے۔ اختر بلوچ پرانے کراچی کو ہمارے سامنے لے آئے اور ہمیں اس کے شاندار ماضی کو سراہنے کی ترغیب دی۔

اختر بلوچ کی کتاب 'کراچی والا'

(بشکریہ ڈان)

جبری مذہب تبدیلی کی روک تھام کیلئے مضبوط قوانین واحد حل قرار

اسلام آباد اقلیتی برادری کی لڑکیوں کے تحفظ کے لیے منعقدہ قومی پالیسی مباحثے میں مقررین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ غیر مسلم لڑکیوں کی جبری مذہب تبدیلی کے زیادہ تر کیسز رضامندی کی وجہ سے پیچیدہ ہو جاتے ہیں تاہم اس مسئلے کا حل تا حال تلاش نہ کیا جانا ایک انتظامی ناکامی ہے۔ ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق اس مباحثے کے لیے پینل کا اہتمام سینٹر فار لا اینڈ جسٹس (سی ایل جے) نے کیا تھا جس میں نشاندہی کی گئی کہ عدالتیں بھی اس مسئلے کی جڑ پر قابو پانے میں تا حال ناکام ہیں۔ مباحثے میں اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ غیر مسلم پاکستانیوں کو درپیش مسائل کو مضبوط قانونی تحفظ کی مدد سے ہی حل کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ غیر مسلم لڑکیوں کی جبری تبدیلی مذہب کے کیسز میں انسانی حقوق کی سب سے بنیادی خلاف ورزی کم عمری کی شادی ہے۔ مقررین نے اس بات پر روشنی ڈالی کہ مختلف عدالتوں نے چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 1929 اور سندھ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 2013 کی خلاف ورزی پر مختلف فیصلے سنائے ہیں۔ پارلیمانی سیکریٹری برائے قانون و انصاف مہناز اکبر نے کم عمری کی شادیوں پر قابو پانے کے لیے مضبوط قانونی تحفظ کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اس سے جبری شادیوں کا معاملہ بھی حل ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ غیر مسلم پاکستانیوں کو قومی دھارے میں شامل کرنے کی ضرورت ہے، صرف مضبوط قوانین کی مدد سے ہی انہیں درپیش مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ دریں اثنا کنوینز سینٹر فار لا اینڈ جسٹس میری گل نے کہا کہ ہندو اور عیسائی برادریوں سے تعلق رکھنے والی متعدد لڑکیوں کو زبردستی شادی اور اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ 'ملک میں 2 قانون ہیں، ملک کے دیگر حصوں میں لڑکیوں کی شادی کی کم از کم عمر 16 سال ہے جبکہ سندھ میں 18 سال ہے، ہم عدالتوں سے ان قوانین پر عمل درآمد کا مطالبہ کرتے ہیں'۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایسے کیسز میں لڑکیوں کی بڑی تعداد 13 سال سے کم عمر کی ہوتی ہے لیکن رجسٹرار، یونین کونسل، پولیس حتیٰ کہ عدالتوں نے بھی نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) سے دلہن کے عمر کے تعین کے لیے ثبوت نہیں مانگتے۔ انہوں نے مزید کہا کہ 'ایسے کچھ کیسز میں عدالتوں نے یہ فیصلے بھی دیے ہیں کہ اگرچہ شادی غیر قانونی ہے لیکن اسے کالعدم قرار نہیں دیا جاسکتا'۔ (قلب علی)

فرقہ وارانہ تقسیم کا شکار معاشرہ خواتین کی تفریح کے خلاف یکجا

اسرارالدین اسرار

گلگت بلتستان گو کہ پورے ملک میں فرقہ واریت کے حوالے سے پورے ملک میں اپنی ایک پہچان رکھتا ہے، یہاں پر فرقہ وارانہ تقسیم، تقسیم ہند کے ساتھ ہی شروع ہوئی تھی۔مگر اس میں شدت ۸۰ کی دہائی میں آنا شروع ہوئی تھی۔گذشتہ چار عشروں میں یہاں سینکڑوں لوگ فرقہ واریت کی آگ میں جل کر اپنی قیمتی جانیں گنوا چکے ہیں۔فرقہ وارانہ فسادات میں اربوں روپے کی املاک کا جلانے، ہزاروں لوگوں کی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرنے جیسے دالخراش واقعات اور نو گو ایریاز کی دکھ بھری داستانیں اب بھی لوگ نہیں بھولے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ یہاں سرکاری بھرتیاں، وسائل کی تقسیم، ترقیاتی کام اور ووٹ بھی فرقے کی بنیاد پر پڑتے ہیں۔گویا فرقوں کی اتنی گہری تقسیم کے بعد ان فرقوں کا کسی ایک پیج پر آنا بظاہر مشکل نہیں بلکہ ناممکن لگتا ہے۔

حیران کن بات ہے کہ آج یہ تمام تر فرقہ وارانہ تقسیم بھول کر دو فرقوں کے راہنما ایک پیج پر آ گئے ہیں، مگر یہ جان کر اس سے بھی زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ ان دونوں فرقوں کا ایک پیج پر آنے کی وجہ خواتین کا کھیلوں اور تفریحی سرگرمیوں میں شرکت بنی ہے۔

موجودہ چیف سکریٹری محی الدین وانی نے کوئی پانچ یا چھے مہینے قبل گلگت میں اپنا منصب سنبھالنے کے بعد گلگت بلتستان کی خواتین کی تعلیم، صحت، ترقی اور کھیلوں میں شرکت کے لئے کچھ خاص اقدامات اٹھانے شروع کئے تھے۔جن میں خواتین کے لئے کیریئر کونسلنگ، الگ ٹرانسپورٹ، کھیلوں کا انعقاد وغیرہ شامل ہیں۔

اس سلسلے میں ایک مہینہ قبل انہوں نے گلگت بلتستان میں پہلی مرتبہ خواتین کے لئے سپورٹس گالا کا اہتمام کرنے کا اعلان کیا تھا۔جس کے لئے انہوں نے گلگت شہر میں واقع لالک جان سٹیڈیم میں باقاعدہ تیاریاں شروع کردیں اور گالا کے آغاز کے لئے ۱۵ اکتوبر کی تاریخ مقرر کردی۔

جوں جوں دن قریب آتے گئے گلگت بلتستان کے دو بڑے مکاتب فکر یعنی اہل سنت اور اہل تشیع برادری کے علماء نے اس سرگرمی کو مقامی و اسلام روایات کے منافی قرار دیکر اس گالا کو روکنے کا مطالبہ کیا۔اس سلسلے میں دیگر تمام مذہبی مذہبی جماعتوں نے ان کی آواز سے آواز ملاتے ہوئے اس کو غیر اسلامی اور مقامی ثقافت کے منافی سرگرمی قرار دیا۔

جب گلگت بلتستان کی حکومت نے مذہبی جماعتوں کے مطالبے پر توجہ نہیں دیا تو ان جماعتوں نے مورخہ ۴ اکتوبر کو احتجاجی مظاہروں کی کال دی۔ دریں اثنا حکومت اور مذہبی جماعتوں میں مذاکرات کا ایک راونڈ ناکام ہونے کے بعد دوسرا رونڈ چل رہا ہے۔۴ اکتوبر کو شٹر ڈاون ہڑتال اور مظاہروں کے اعلان کے بعد شہر میں کاروبار زندگی بدستور جاری رہا لیکن شہر کے بعض مقامات پر ٹائر جلا کر احتجاجی مظاہرے کئے گئے۔اسی روز دوپہر کے وقت لالک جان اسٹیڈیم سے متصل پبلک چوک میں ہونے والے احتجاجی مظاہرے نے شدت اختیار کیا اور وہاں پر ٹائر جلا کر سڑک بند کر دی گئی۔پھر مظاہرین نے لالک جان اسٹیڈیم کا رخ کر لیا جہاں خواتین کا سپورٹس گالا منعقد ہونے والا ہے۔

آج مورخہ چار اکتوبر بروز منگل، دوپہر ایک بجے یعنی تادم تحریر لالک جان سٹیڈیم کے باہر تنظیم اہل سنت والجماعت گلگت بلتستان کا احتجاجی مظاہرہ جاری ہے جس میں بڑی تعداد میں لوگ شریک ہیں۔مظاہرین کا مطالبہ ہے کہ خواتین کا سپورٹس گالا فوری طور پر روکا جائے۔اس مطالبے کی حمایت اہل سنت اور اہل تشیع دونوں فرقوں کی تمام مذہبی جماعتیں کر رہی ہیں۔

گلگت بلتستان میں یہ پہلی دفعہ نہیں ہے جب خواتین کو تفریحی سرگرمیوں سے روکنے کے لئے تمام مذہبی جماعتیں ایک پیج پر آ گئی ہیں۔ماضی میں سلک روٹ فیسٹول سمیت کئی خواتین کے ایونٹس اس لئے منسوخ کرنے پڑے کیونکہ مذہبی جماعتوں نے ان کو روکنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ ہنزہ، گوجال، استور، یاسین، قراقرم یونیورسٹی گلگت اور دیگر مقامات پر خواتین کے سپورٹس ایونٹس یا ان تفریحی سرگرمیوں میں شرکت کی سوشل میڈیا اور مقامی میڈیا کے ذریعہ مذہبی جماعتوں نے شدید مخالفت کی اور آرگنائزرز کو دھمکیاں دی گئیں۔دوسری طرف گلگت بلتستان میں خواتین میں سپورٹس کی بہترین صلاحیتیں موجود ہیں۔گلگت بلتستان کی کئی نامور کھلاڑی بین الاقوامی سطح پر کھیلوں میں نمایاں کارکردگی دکھا کر پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔ان خواتین میں معروف کوہ پیما ثمینہ بیگ، معروف مارشل ارٹ چمپئن انیتا کریم، معروف کرکٹر ڈیانا بیگ، معروف اتھلیٹ نشا بیگ، معروف فٹ بالر ملکہ نور اور دیگر کئی خواتین شامل ہیں۔یہ تمام خواتین اپنی مدد آپ کے تحت یہاں تک پہنچی ہیں۔

مواقع نہ ہونے کی وجہ سے یہاں کی ہزاروں بچیاں اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے سے قاصر ہیں۔اس بات کو محسوس کرتے ہوئے موجودہ حکومت اور خاص طور پر چیف سیکریٹری نے خواتین کے سپورٹس گالا کا اہتمام کیا تھا۔جو کہ اب مذہبی جماعتوں کی مخالفت کی نذر ہو گیا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا چپٹر نمبر ۲ میں پاکستان کے شہریوں کے بنیادی انسانی حقوق درج ہیں۔اس چیپٹر کی شق نمبر 25، 26 اور 27 جبکہ گلگت بلتستان گورننس آرڈر 2009 اور 2018 کی شق نمبر 18، 17 اور 19 کے مطابق کسی بھی شہری کو جنس یا صنف کی بنیاد پر کسی بھی سیاسی، سماجی، تفریحی و ثقافتی سرگرمی کی انجام دہی اور پبلک مقامات میں جانے سے نہیں روکا جا سکتا ہے۔

ایسی سرگرمیوں کو پسند یا ناپسند کرنا لوگوں کا حق ہے، تاہم ایسی سرگرمیوں کو زبردستی روکنے کے لئے ملک کا آئین و قانون اجازت نہیں دیتا کیونکہ آئین ایسی بنیادی آزادیوں کے تحفظ کی مکمل گارنٹی فراہم کرتا ہے، پاکستان کا موجودہ آئین پاکستان کی قومی اسمبلی نے 1973 میں منظور کیا تھا جس میں 99 فیصد مسلمان ممبران اسمبلی میں مولانا مفتی محمود صاحب جیسے بڑے دینی علماء بھی شامل تھے۔گلگت بلتستان کے گورننس آرڈر میں بھی مذکورہ شقیں درج ہیں جو کہ آئین پاکستان سے مستعار لی گئی ہیں۔گلگت بلتستان کا موجودہ حکومتی سیٹ اپ مذکورہ آرڈر کے تحت چل رہا ہے۔

چیف سیکریٹری جی بی صاحب نے آئین و قانون کی رو سے اس سرگرمی کا انعقاد کیا ہے کیونکہ پورے پاکستان کے ہر شہر اور صوبے میں ایسی سرگرمیوں کے انعقاد کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

ایسی سرگرمیوں میں حصہ لینا اور نہ لینا شہریوں کی اپنی پسند یا ناپسند پر انحصار کرتا ہے۔مگر ایسی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے پوری قوت سے زور لگانا صریحاً آئین و قانون اور بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے جس کے لئے ریاست کو اپنا موقف واضح کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ معاشرے کی آدھی سے زائد آبادی پر مشتمل خواتین کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہو سکے۔جس کی گارنٹی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور قانون کے علاوہ خواتین کے صنفی امتیاز کے خلاف بین الاقوامی کنونشن سمیت انسانی حقوق کے دیگر بین الاقوامی معاہدوں میں دی گئی ہے۔جس کا پاکستان دستخط کنندہ اور توثیق کنندہ ہے۔ایسے واقعات سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے امیج کو جو نقصان پہنچتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں امراض کا پھیلاؤ

نوشہروفیروز نوشہروفیروز سمیت نواحی علاقوں میں ملیریا اور گیسٹرو کا مرض بے کابو، گاؤں جمعہ خان نانچ میں 16 سالہ نوجوان بچی ملیریا میں مبتلا ہو کر جاں بحق، چند دنوں میں ملیریا اور گیسٹرو میں جاں بحق بچوں کی تعداد چار ہو گئی، درجنوں بچے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا۔ تفصیلات کے مطابق نوشہروفیروز سمیت نواحی علاقوں میں ملیریا اور گیسٹرو کا مرض وبائی صورت اختیار کر گیا مرض پر کابو نہ پایا جا سکا، نواحی گاؤں جمعہ خان نانچ میں 16 سالہ بچی سندھو ولد سلطان نانچ ملیریا کے مرض میں زیرے اعلاج جانبر نہ ہو سکی اور جاں بحق ہو گئی، گھر میں صفہ ماتم بچھ گیا، چند دنوں میں ملیریا اور گیسٹرو کے مرض میں مبتلا ہو کر چار بچے ہلاک ہو چوکے ہیں جبکہ درجنوں بچے مرض میں زیرے اعلاج ہیں مختلف دیہات جمعہ خان پنھل نانچ، گاؤں منگو خان، گاؤں امید علی نانچ، گاؤں محمد خان نانچ، گاؤں سلطان نانچ، ارشاد نانچ، سمیت دیگر کے رہائشیوں نے حکومت سندھ محکمہ صحت، ڈی ایچ او نوشہروفیروز اور ڈپٹی کمشنر محمد تاشفین عالم سے مطالبہ کیا ہے کہ سرکاری ڈاکٹروں کی ٹیمیں روانہ کی جائیں تا کہ مزید زندگیاں بچائی جا سکے۔ (الطاف حسین قاسمی)

آب نکاسی کا ناقص نظام

اوکاڑہ بنگلہ گوگیرہ شہر اور ملحقہ کالونیز میں نکاسی اب کا تقریباً سارا سسٹم زائد المیعاد، ناکافی اور ناپید ہو چکا ہے رہی سہی کسر یہاں کے مکینوں نے پوری کر دی ہے جو نالوں، نالیوں کو گٹر اور کچرا گھر سمجھ کر سب گند اس میں ڈالتے ہیں مین روڈ سے شیراں والا گیٹ اور آگے گرلز کالج تک گویا سیلاب آیا ہوا محلّہ کوٹی سے عیدگاہ اہلحدیث تک مرکزی نالہ بند ہے اور پانی محلّہ کمپنی باغ میں داخل ہو رہا ہے مصطفیٰ آباد اور آبادی چھڑا منڈی مستقل طور پر گندے پانی کی آماجگاہ ہیں پانی قبرستان میں داخل ہو جاتا ہے شہر سے جنازگاہ تک کے راستے، راستے نہیں پل صراط ہیں بارشی پانی کی نکاسی نہ ہونے کی وجہ سے پورا شہر سیلاب ذدہ ہو جاتا ہے گندگی، تعفن، بدبو اور سرانڈ کے نظارے ہیں شہر تاریخ کے بدترین دور میں داخل ہو گیا ہے تجاوزات اس قدر ہیں کہ امر بیل بھی شرما جائے اور یہ سلسلہ جاری ہے فٹ پاتھ نام کی کوئی چیز نہیں تجاوزات کی وجہ سے بھی نکاسی اب کے مسائل حل نہیں ہوتے۔ مقامی شہریوں نے ڈپٹی کمشنر اوکاڑہ سے اس معاملے کا فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (اصغر حسین حماد)

ہمیں امن چاہیے

خیبر ضلع خیبر کے تمام سیاسی و سماجی تنظیمیں ضلع خیبر کے باڑہ/ تیراہ اور ملحقہ علاقوں میں آمن و امان کی صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں، امن کی ذمہ داری ریاست کی ہے۔ ریاست اپنی بنیادی ذمہ داری پوری کر کے امن قیام کو یقینی بنائیں، ان خیالات کا اظہار ترجمان باڑہ سیاسی اتحاد نے شرکاء سے خطاب کے دوران کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ خیبر آمن مارچ علاقے میں آمن کی جانب ایک قدم ہے اور باڑہ سیاسی اتحاد اس عزم کا اعادہ کرتی ہے کہ علاقے میں امن کو ہر صورت بحال رکھیں گے۔ خیبر آمن مارچ کے شرکاء علاقے میں امن کمیٹیوں اور امن لشکر کو یکسر مسترد کرتے ہوئے خبردار کرتے ہیں کہ وہ علاقے میں مزید خون خرابہ نہیں چاہتے، تیراہ/ باڑہ اور اس سے ملحقہ علاقوں میں مشکوک اور مسلح افراد کی سرگرمیاں اس بات کی نشانی ہے کہ مستقبل میں ایک بار پھر خون خرابہ اور عوام کو تقسیم کر کے علاقے میں امن و امان کو سبوتاژ کرنے کی دانستہ کوشش کی جا رہی ہے۔ ریاست اور قانون نافذ کرنے والے ادارے مشکوک افراد کی نقل و حمل کا نوٹس لے کر عملی اقدامات کریں، گزشتہ دہشت گردی کے ادوار میں سیکورٹی فورسز کے اہلکاروں، مشران اور عوام کی لازوال قربانیوں کی بدولت علاقے میں آمن کی فضا قائم ہوئی ہے، دہشت گردی کے دوران قبائل معاشی اور اقتصادی طور پر پہلے ہی تباہ ہو چکے ہیں اور اب ایک بار پھر قبائلی علاقوں میں سابقہ دور کے منفی پالیسیوں کو دہرانے کی کوششیں نظر آ رہی ہیں، قبائلی عوام اب بیدار ہو چکے ہیں اور ایسی تمام پالیسیوں کی بھرپور مخالفت کر کے خیبر آمن مارچ کے شرکاء سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کے لئے پرعزم رہیں گے۔ حالیہ بدامنی، ٹارگٹ کیلنگ، بھتہ کالز، جبری گمشدگی اور ماورائے عدالت قتل اور زمینوں پر قبضے، لینڈ مائنز، گھروں اور بازاروں کی مسماریاں سمیت لوگوں کو ڈرایا اور دھمکایا جا رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا دیکھا جا سکتا ہے کہ سکول کے بچیاں بھی آمن اور قلم کا مطالبہ کر رہی ہے۔ شدید حبس و گرمی کے باوجود باڑہ آمن مارچ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کی شرکت واضح پیغام دے رہے ہیں کہ ضلع خیبر کے عوام آمن چاہتے ہیں اس دھرتی پر مزید بدامنی قبول نہیں۔ آپ گولے برسائے قبائل پھول گلدستے کے ساتھ واپس کرینگے۔ تصویر سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قبائل کتنے پرامن ہیں راکٹ گولے کے خالی خولوں میں پھول آگا دیئے۔ شرکاء کا مطالبہ ہے کہ سرچ آپریشن کے نتیجے میں گھروں پر چھاپوں کے دوران چادر اور چار دیواری کی پامالی اور بے گناہ افراد کو ہراساں کرنے سے گریز کیا جائیں، تیراہ باڑہ اور ملحقہ علاقوں میں مسلح افراد و گروپوں کی نقل و حمل پر مکمل پابندی عائد کر کے ان کے خلاف بھرپور کاروائی کی جائیں، ٹارگٹ کلنگ بھتہ خوری اور دھمکی آمیز کالوں کو ہر صورت کنٹرول کر کے خوف و ہراس کی فضا کے خاتمے کو یقینی بنایا جائے۔ سی ٹی ڈی کی جانب بغیر وارنٹ اور مقامی پولیس کی عدم موجودگی میں گرفتاریوں سے گریز کیا جائیں، چیک پوسٹوں پر عوام کو غیر ضروری چیکنگ کے ذریعے ہراساں کرنے سے گریز کیا جائیں، علاقے میں اداروں کی جانب سے ان تمام غیر قانونی اقدامات سے گریز کیا جائے جس سے علاقے میں بدآمنی کا خطرہ ہو، علاقے میں سیکورٹی کے نام پر لوگوں کو ہراساں کرنے کے تمام غیر قانونی اور غیر ضروری حربوں کا مستقل تدارک کیا جائے۔ لاپتہ افراد کو عدالت کے سامنے پیش کیا جائے، مزید اگر جرم ثابت ہو تو سزا دی جائے ورنہ فوری طور پر رہا کیا جائے، باڑہ سیاسی اتحاد اور خیبر آمن مارچ کے شرکاء علاقے میں آمن کی ہر اقدام کی تہہ دل سے حامی ہیں اور اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ وہ علاقے میں آمن و آمان کی قیام کیلئے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور سیکورٹی فورسز کے ساتھ بھرپور تعاون کیلئے شانہ بشانہ کھڑے رہیں گے۔

(مسعود شاہ)

لڑکی کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنا دیا گیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ جعلی پیر نے دوشیزہ کو دم کرنے کے بہانے زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا۔ وہ ان کی والدہ کے ہمراہ جعلی پیر کے آستانے پر دم کروانے آئی تھی۔ ملزم نے 20 سالہ لڑکی سے چوبارے میں لے جا کر زبردستی زیادتی کی ملزم جعلی پیر شہباز نے بیس لائن روڈ پر آستانہ بنا رکھا ہے۔ ملزم کی جانب سے اہلخانہ کو سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دی گئیں۔

(اعجاز اقبال)

دواور عورتوں کی زندگی لے لی گئی

دیربالا تفصیلات کی مطابق 18/09/022 کی رات کوتحصیل شرینگل علاقہ مقام ڈوگدرہ شاٹ کس میں عرفان ولدگل وزیرسکنہ شاٹکس نے فائرنگ کرکے اپنی بیوی اَسماء بی بی اور ساس ذاکرہ بی بی کوقتل جبکہ فائرنگ سے بچہ انیس ولدعرفان بعمرقریب 7/8 سال زخمی کیا گیا۔مقامی ذرائع کے مطابق کچھ دن پہلے بیوی اَسماء بی بی کسی شادی پر دوپٹے میں گئی تھی جبکہ شوہرعرفان نے بتایا کہ آپ برقہ پہن کر کیوں نہیں گئی۔اسی پر تلخ کلامی ہوئی اور بات طلاق تک پہنچ گئی تھی۔اس کے بعد بیوی بچے سمیت اپنی والدہ کے گھر گئی تھی۔اسی طرح گھریلو ناچاقی پیدا ہوئی تھی۔جس پر رات کوشوہرعرفان نے اپنی ساس کے گھر جا کر فائرنگکی جس سے اس کی بیوی اور ساس جاںبحق ہوگئیں۔دونوں لاشیں صبح پوسٹ مارٹم کیلئے شیرینگل اسپتال لے جائی گئیں۔پولیس واقعہ کی تحقیقات کررہی ہے۔

(معاذ جان)

باڑہ سیاسی اتحاد اور مختلف قبیلوں کے مشران وملکان کا گرینڈ امن اجلاس

حیات آباد آج معروف سماجی وکاروباری شخصیت حاجی یونس کے گھر حیات آباد میں باڑہ سیاسی اتحاد اور ضلع خیبر کے تمام قبیلوں کے مشران وملکان پر مشتمل ایک گرینڈ اجلاس کا انعقاد ہوا۔اجلاس کی صدارت معروف قانون دان اور سپریم کورٹ بار کے سابق صدر عبدالطیف آفریدی نے کی۔اجلاس کے دوران ضلع خیبر کی تمام سیاسی پارٹیوں کے قائدین اور قومی ملکان ومشران نے بحث میں حصہ لیا۔اجلاس میں دونقاتی ایجنڈے پر بات ہوئی جن میں امن وامان برقرار رکھنے کیلئے تمام پہلوؤں کوزیر بحث لانا اور مسنگ پرسنسز کا مسلہ حل کرنا شامل تھا۔اجلاس کا اعلامیہ باہم اتفاق سے جاری کیا گیا اور اعلامیے کے مطابق ملک کے تمام سیکورٹی اداروں کوعلاقے میں امن وامان برقرار رکھنے کی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا اور کہا گیا کہ ہر حالت میں علاقے میں امن وامان برقرار رکھنا ان اداروں کی ذمہ داری ہے اور ہم مزید کسی بھی آپریشن یا سرچ آپریشن کے حق میں نہیں ہیں۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ باڑہ سیاسی اتحاد اور قومی مشران وملکان ریاستی اداروں کو امن وامان کے سلسلے میں مکمل تعاون پیش کرتے ہیں۔جلاس میں عبدالرازق افریدی کے لاپتہ افراد اور سرحد پار مذاکرات کی تجویز پر تمام قبائیل اور تمام سیاسی پارٹیوں کے نمائندہ جرگہ کی تشکیل کیلئے عنقریب باڑہ سیاسی اتحاد کا گرینڈ جرگہ بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔

(منظور آفریدی)

بارشوں کے بعد مختلف وبائی امراض

سجاول زیریں سندھ کے ساحلی ضلع سجاول میں مون سون کی بارشوں اور سیلاب سے متاثر ہونے کے باعث رہائشی مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہورہے ہیں۔سجاول،شاہبندر، جاتی،بٹھورو اور تحصیل کھاروچھان کی متعدد یونین کونسلوں میں ملیریا،ٹائیفائڈ،گیسٹرو،اسکین، چمڑی گلہ اور چھاتی کے مرض سے لوگ متاثر ہوئے ہیں۔ محکمہ صحت سندھ نے اس صورتحال پر قابو پانے اور متاثرہ لوگوں کو بروقت صحت کی سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے ابھی تک میڈیکل کیمپ قائم نہیں کیا ہے۔سجاول کے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں صحت کی ضروری سہولیات نہیں ہیں ادویات اور تربیت یافتہ ہیلتھ پروفیشنل اسٹاف کی عدم دستیابی کی وجہ سے مریضوں کوسخت پریشانی کا سامنا ہے۔

ضلع بھر میں سیلاب سے متاثرہ علاقے شدید قسم کی بیماریوں کا آماج گاہ بن رہے ہیں تاہم ان علاقوں میں ادویات کی عدم موجودگی کے باعث امراض پر قابو پانا مشکل ہورہا ہے جبکہ روڈ بہہ جانے اور زمینی رابطے منقطع ہونے کی باعث گاؤں گاموں کا بڑے شہروں کی جانب علاج کے لئے سفر کرنا بھی مشکل ہوگیا ہے۔بارشوں کے بعد جہاں جہاں سیلاب اور بارشی پانی جمع ہونے کے باعث وہاں مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں۔متاثرہ افراد جلد،گیسٹرو،ملیریا، پیٹ درد،جلدی بیماریوں اور کھلے آسمان تلے رہنے کے باعث بخار میں مبتلاء ہورہے ہیں۔دوسری جانب سجاول ضلعی انتظامیہ اور محکمہ ہیلتھ گیسٹرو ملیریا وباء کی شدت کوکم کرنے کی کوششیں بھی ناکام رہیں۔آفت زدہ متاثرہ علاقوں کے باسیوں کا کہنا ہے جہاں جہاں سیلاب کے باعث پانی کھڑا ہوا ہے وہاں مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہورہی ہیں۔ بارشوں سے ضلع کے درجنوں یونیز سیلاب کی نذر ہوگئی ہیں شدید بارشوں سے کچے مکانات منہدم ہونے کے سبب کئی افراد کھلے آسمان تلے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔سجاول کی سماجی شخصیات سمیت متاثرہ افراد نے محکمہ صحت،حکومت اور عالمی اداروں سے اپیل کی ہے کہ متاثرہ علاقوں میں متاثرین کی بحالی کو یقینی بنایا جائے ورنہ صورتحال مزید سنگین شکل اختیار کرسکتی ہے۔

(چیتن لال)

پولیس تشدد کے خوف سے خودکشی کرلی

ٹنڈومحمد خان ٹنڈومحمد خان کے ڈی ایچ کیوہسپتال میں پولیس اہلکار کے تشدد کے خوف میں مبتلا مریض نے تشدد سے تنگ آ کر ہسپتال کے ساتھ میونسپل کے ڈرینج کے کنویں میں چھلانگ لگادی۔ فوت ہونے والے مریض پر پولیس اہلکار کے تشدد کے سی سی ٹی وی تصویر بھی وائرل ہوئی۔SSP کے نوٹس کے بعد فوت ہونے والے مریض کے قتل کا مقدمہ DHQ ہسپتال کے MS اور پولیس اہلکار کے خلاف درج کرلیا گیا ہے۔تاحال کوئی گرفتاری نہیں ہوسکی۔مزید تفصیلات ہیں کہ گذشتہ روز ڈی ایچ کیوہسپتال میں افسوس ناک واقعہ پیش آیا تھا۔علاج میں تاخیر کے باعث ایم ایس کے آفس میں جانے کی کوشش کے دوران پولیس اہلکار کے مبینہ تشدد کے خوف سے بھاگ کر ڈریج کے کنویں میں چھلانگ لگاکر فوت ہونے والے گاؤں مدی کولہی کے رہائشی عالم کولہی پر پولیس اہلکار کے تشدد کے سی سی ٹی وی تصویر وائرل ہونے کے بعد نوجوان کے ورثاء کے احتجاجی مظاہرہ کے بعد ڈی ایچ کیوہسپتال کے ایم ایس اور پولیس اہلکار پرقتل کی دفعات کے تحت مقدمہ درج کیا گیا ہے۔تاحال کوئی گرفتاری نہ ہوسکی ہے۔

(رمضان شورو)

زیر التوا ترقیاتی منصوبے مکمل کیے جائیں

نوشکی بلوچستان میں ترقی اور خوشحالی کے بلند بانگ دعووں کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے تین سال قبل 2019 2020 کے بجٹ میں نوشکی میں سپورٹس کمپلیکس کے لیے گرانٹ مختص کی گئی۔ سابق وزیر اعلیٰ جام میر کمال عالیانی نے نوشکی میں سپورٹس کمپلیکس کے تعمیر کے لیے گرانٹ مختص کرنے پر نوشکی کے نوجوانوں اور سپورٹس مینوں پر کئی احسانات جتائے لیکن آر سی ڈی شاہراہ کے دہانے پر سپورٹس کمپلیکس کی چند سو میٹر دیوار کی تعمیر عمل میں لانے کے بعد تین سال سے زائد کا عرصہ گزرنے کے بعد منصوبے پر ہنوز کام شروع کرنے کے آثار نظر نہیں آرہے اور اس طرح بلوچستان عوامی پارٹی کی حکومت کی مدت میں چند ماہ کا عرصہ باقی رہتا اور اگر یہی صورت حال رہی تو سپورٹس کمپلیکس کی تعمیر دیگر منصوبوں کی طرح ایک خواب کی صورت اختیار کرسکتی ہے۔ اسی طرح 10 سالوں سے 50 بستروں پر مشتمل ہسپتال کی تعمیر پر 9 سالوں سے کام نہ ہونا سوالیہ نشان ہے۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان میر عبدالقدوس بزنجو نے فروری میں دورہ نوشکی کے موقع پر اسپتال کی تعمیر کے لیے گرانٹ کی ترجیحی بنیادوں پر فراہمی کی یقین دیانی کرائی تھی۔ جون 2022 سی ایم آئی ٹی کے ممبر محمد طیب لہڑی نے اسپتال کے وزٹ اور کام جلد شروع کرانے کی یقین دیانی کرائی لیکن ہنوز کوئی پیش رفت نظر نہیں آرہی ہے یہ تینوں منصوبے آر سی ڈی شاہراہ کے دہانے پر واقع ہیں۔ نوشکی چاغی خاران اور ایران جانے والے سرکاری اعلیٰ حکام اور منتخب عوامی نمائندے اسی شاہراہ پر سفر کرتے ہیں لیکن نہ جانے انھیں برسوں سے ادھورے ترقیاتی منصوبوں کے تکمیل کے لیے کسی فورم پر آواز اٹھانے کی جرات کیوں نہیں ہوتی ہے فلاحی تعمیراتی منصوبوں میں تاخیر کی وجہ سے جہاں عوام کو ان منصوبوں سے بروقت استفادہ حاصل نہیں ہوتا، دوسری جانب مہنگائی کی وجہ سے منصوبوں کی لاگت میں سو فیصد اضافے سے منصوبے کی لاگت میں اضافے سے قومی دولت کا ضیاع بھی ہوتا ہے۔ سپورٹس کمپلیکس آر سی ڈی شاہراہ کے دہانے پر واقع ہے ایران جانے والے زائرین اور دینا کا سفر کرنے والے سیاح برسوں بعد جب دوبارہ اس روٹ سے واپس گذرتے ہوئے ان ادھورے ترقیاتی منصوبوں سے بلوچستان میں ترقیاتی منصوبوں کے تکمیل میں سست روی سے متعلق کیچ تاثر لیتے ہونگے۔ اسی طرح زرعی سکوائر مارکیٹ بھی آر سی ڈی شاہراہ کے دہانے پر واقع ہے جو گزشتہ ایک دہائی گذرنے کے باوجود بھی نامکمل ہے بلوچستان حکومت کے اعلیٰ حکام اور عوامی نمائندے بھی نوشکی خاران چاغی سیندک اور تفتان جاتے ہوئے اسی روٹ سے گزرتے ہیں۔ دس سال قبل شروع ہونے والے منصوبوں کی لاگت میں سو فیصد اضافے سے قومی دولت کا ضیاع ملک قوم کے مفاد میں بہتر نہیں ہے۔ بلوچستان میں ترقیاتی اور خوشحالی کے بلند بانگ دعووں کا پول کھل رہا ہے اور بلوچستان کے عوام کے احساس محرومی میں اضافہ ہو رہا ہے اور اسی طرح نوشکی فٹبال سٹیڈیم کے قریب سپورٹس کمپلیکس اور دو بائی پاسز کے تعمیراتی منصوبے ہنوز تشنہ تکمیل ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا ہے مزکورہ فلاحی منصوبوں کی تاخیر کا فوری نوٹس لیتے ہوئے ترقیاتی منصوبوں کے تکمیل کو یقینی بنانے کے لیے احکامات جاری کریں۔ ان ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل سے سپورٹس کو فروغ حاصل ہوگا عوام کو صحت کی بہتر سہولیات کی فراہمی زرعی سکوائر مارکیٹ کے تکمیل سے زمین داروں کو زرعی اجناس کی بروقت مارکیٹ تک رسائی حاصل ہوگی اور عوام کو روزگار کے مواقع میسر ہونے سے ترقی اور خوشحالی آسکتی ہے۔ (محمد سعید بلوچ)

امراض کا پھیلاؤ

نوشہرو فیروز نوشہرو فیروز سمیت نواحی علاقوں میں حالیہ بارشوں کے بعد مچھروں اور مکھیوں کی بہتات، گیسٹرو اور ملیریا میں مبتلا دو نوجوان جاں بحق، درجنوں بیمار، 12 سالہ بچی برساتی پانی میں ڈوب کر جاں بحق، شہریوں کا علاقہ سے پانی نکالنے اور اسپرے کرنے کا مطالبہ۔ تفصیلات کے مطابق نوشہرو فیروز سمیت نواحی علاقوں سدھوجا، مورو بیلا واہ، پیر صادق، پھل سٹی، بھریا روڈ، بھریا سٹی، لاکھا روڈ، کوٹ لالو، دریاخان مری، چاہیں منول، گاؤں علی بخش لاشاری، پیر جمن شاہ سمیت دیگر میں حالیہ بارشوں کا پانی چار سے چھ فٹ کھڑا ہوا ہے جس کے باعث علاقہ میں مچھروں اور مکھیوں کی بہتات ہوگئی ہے۔ جس کے باعث نواحی گاؤں محمد صدیق لاکھو کے رہائشی 18 سالہ نوجوان خان محمد ولد سومر لاکھو گیسٹرو میں مبتلا ہو کر جاں بحق ہو گیا، جبکہ نواحی گاؤں شانواز بروھی میں 15 سالہ نوجوان نظر حسین بروھی ملیریا میں مبتلا ہو کر جاں بحق ہو گیا جبکہ علاقہ میں بچوں بڑوں سمیت لوگوں کی بڑی تعداد گیسٹرو، ملیریا سمیت دیگر امراض میں مبتلا ہو کر سرکاری و پرائیویٹ اسپتالوں میں زیرے اعلاج ہیں، نواحی گاؤں محمد خان نانچ میں عبدالمجید نانچ سمیت تین بچے چھ فٹ برساتی پانی میں ڈوب گئے اہلے علاقہ نے چیخو پکار پر پہنچ کر خود سمیت دو بچوں کو بچالیا جبکہ 12 سالہ بچی یاسمین نانچ ڈوب کر جاں بحق ہوگئی متاثرہ علاقہ کے لوگوں نے وزیر اعلیٰ سندھ سید مراد علی شاہ صوبائی وزیر صحت اور ڈپٹی کمشنر نوشہرو فیروز سے مطالبہ کیا ہے کہ علاقی اسپتالوں میں ادویات مہا کی جائیں اور محکمہ پبلک ہیلتھ علاقہ میں مچھر مار اسپرے کرایا جائے تاکہ مزید جانیں بجائی جاسکیں۔ (الطاف حسین قاسمی)

لاپتہ افراد کی نعشیں برآمد

نواب شاہ چھ سال سے لاپتہ ایم کیو ایم کراچی کے دو کارکنوں کی لاشیں نوابشاہ سے مل گئیں لاشیں ملنے پر ایم کیو ایم کے کارکنوں میں غم و غصّے کی لہر دوڑ گئی جبکہ شہری حلقوں میں بھی شدید تشویش پھیل گئی ہے نزدیکی شہر شاہپور چاکر میں برساتی پانی سے پینٹ شرٹ زیب تن کئے ہوئے ایک لاش مقامی لوگوں کو ملی اطلاع پر پولیس پہنچ گئی لاش کو سول اسپتال منتقل کیا گیا متوفی کی شناخت عرفان بصارت صدیقی کے نام سے ہوئی جو کہ رکن قومی اسمبلی صلاح الدین کا برادر نسبتی بتایا جاتا ہے جبکہ دوسری لاش تعلقہ تھانہ کی حدود میں برساتی پانی سے برآمد ہوئی جسکی شناخت عابد عباسی کے نام سے ہوئی جو کہ گلستان جو ہر کراچی کا رہائشی ہے اطلاع ملنے پر ایم کیو ایم کے زونل انچارج معظم خان کے مطابق دونوں افراد گزشتہ چھ سال سے لاپتہ تھے جنکی بازیابی کیلئے اعلی عدلیہ میں سماعت جاری ہے بصارت صدیقی کی لاش انکی بہن جبکہ عابد عباسی کی لاش انکے بیٹے مہراب عباسی نے وصول کی ورثا؟ نے بتایا کہ دونوں مقتولین کا پوسٹ مارٹم اسپتال انتظامیہ نے ورثاء کے نوابشاہ پہنچنے سے قبل انکی اجازت کے بغیر ہی کر دیا یہ عمل ڈاکٹروں کی جانب سے مجرمانہ کاروائی کے زمرے میں آتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ ایم کیو ایم کے کارکنوں کے ماورائے عدالت قتل کے پیچھے جو محرکات کارفرما ہیں وہ کوئی گھناؤنی سازش کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں جو قابل مزمت اور انتہائی تشویشناک صورتحال ہے۔ (آصف البشر)

تین افراد قتل

میانوالی تفصیلات کے مطابق نذر محمد کو سبزی منڈی میانوالی سٹی میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا چند ماہ پہلے نذر محمد کے لڑکے نے زلد تخیل گروپ کے ساتھ مل کر مخالف پارٹی کے ایک فرد کو قتل جبکہ دو افراد کو زخمی کر دیا تھا۔ نذر محمد رکھان کے بیٹے نے گرفتاری نہیں دی۔ پولیس نے مقدمہ درج کرلیا ہے اور تفتیشی عمل شروع کر دیا ہے۔ دوسرا واقعہ چک ایم ایل اٹھارہ تحصیل پپلاں ضلع میانوالی میں پش آیا جہاں پسند کی شادی کی وجہ سے دو افراد قتل کر دیے گئے۔ پولیس نے مقدمہ درج کرلیا ہے۔ فرانزک اور پوسٹمارٹم کے بعد میتیں ورثاء کے حوالے جبکہ تفتیش شروع کر دی گئی ہے۔ (محمد رفیق)

پرائمری سکول میں صرف ایک استاد درجنوں بچے تعلیم سے محروم

چمن گورنمنٹ پرائمری سکول مدرسہ بحرالعلوم جامع مسجد نور گھوڑا ہسپتال روڈ چمن بلوچستان میں صرف ایک استاد تعینات ہے۔ جس کی وجہ سے علاقے میں تعلیم کے حصول میں محلے کے بچوں کو مشکلات کا سامنا ہے۔ حافظ سیف الرحمن کاکوزئی نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر کو بتایا کہ سکول میں زیادہ گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ سکول میں اپنے بچے داخل نہیں کرواسکتے جس کی بدولت محلے اور نزدیکی علاقوں میں درجنوں بچے تعلیم کے حصول سے محروم ہیں۔ ہم نے محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام اس دیرینہ مسئلے سے آگاہ بھی کیا ہے۔ لیکن تا حال کوئی شنوائی نہیں ہوئی ہے۔ لہذا پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ترجمان مجلّہ جھد حق کی توسط سے محکمہ تعلیم بلوچستان کے اعلیٰ حکام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ گورنمنٹ پرائمری سکول مدرسہ بحرالعلوم جامع مسجد نور گھوڑا ہسپتال روڈ چمن میں ترجیحی بنیادوں پر دو سے تین پوسٹوں کو منظور کرکے علاقے کی دیرینہ مطالبہ اور مسئلہ حل کیا جائے۔

(محمد صدیق)

بدامنی کی مذمت، امن کا مطالبہ

مہمند ایجنسی قبائلی ضلع مہمند میں تحصیل صافی سے 25 کلومیٹر غلنئی تک امن ریلی۔ غلنئی ہیڈکوارٹر میں دھرنا۔ بدامنی کے خلاف حکومت ٹھوس اقدامات اٹھائے۔ صافی میں 2 اگست پر شہید ہونے والے دو بھائیوں کے قاتلوں کو فوری گرفتار کیا جائے۔ پولیس کی بھری نفری تعینات۔ تفصیلات کے مطابق ضلع مہمند میں بدامنی کے خلاف و امن بحال رکھنے کیلئے صافی خاخ بازار سے 25 کلومیٹر غلنئی ہیڈکوارٹر تک امن کیلئے ریلی نکالی گئی۔ ریلی کا اہتمام صافی گرینڈ جرگہ کی طرف سے ہوا تھا۔ دھرنے سے ایم پی اے نثار مومند، صدر سیاسی اتحاد وامیر جے یو آئی مولانا محمد عارف حقانی، پی ٹی آئی کے سجاد مومند، پی پی پی کے وحید مومند، سماجی کارکن تفسیر مومند، ملک سلطان بائزء، ملک نثار خلیم زئی، ملک بخت پور صافی، ملک شیر رحمان، صافی گرینڈ جرگہ کے صدر زاہد خان صافی، سماجی کارکن صفدر خان، مہمند لویہ جرگہ کے یاسین خان مومند و دیگر نے حطاب کے دوران کہی کہ ہم آپنے علاقے میں امن بحال رکھنا چاہتے ہیں اور کسی بھی صورت پھر بدامنی کی طرف نہیں جائیں گے۔ ہم بندوق نہیں قلم چاہتے ہیں۔ مقررین نے مطالبہ کیا کہ 2 اگست پر صافی میں نامعلوم افراد کے ہاتھوں دو بھائیوں کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کیا جائے۔ مظاہرین نے مہمند رائفلز گیٹ کے سامنے پشاور ٹو باجوڑ شاہراہ پر دھرنا دیا۔ اور امن کیلئے نعرہ بازی کی۔ بعد میں مہمند پریس کلب تک غلنئی بازار میں پیدل واک کیا۔ ریلی والوں درواز گئی، غازی بیگ، چاندہ بازار میں بھی واک کیا۔ اور عوام نے ان کا بھرپور استقبال کیا۔ احر میں 22 ستمبر پر دوبارہ اس حوالے سے مہمند سیاسی اتحاد کے اجلاس بھی بلایا گیا۔

(مکمل خان)

آٹے کا بحران شدت اختیار کر گیا

چمن بلوچستان کے دوسرے بڑے شہر چمن جو 9 لاکھ نفوس آبادی سے زیادہ آباد ہیں۔ حال ہی میں مون سون کی بارشوں نے آبادی کی بربادی کیساتھ خوراک کی مصنوعات کو بھی ناپید کردی۔ تمام طبقوں کو سب سے زیادہ ضرورت آٹے کی فراہمی ہے۔ جس کی وجہ سے غریب طبقہ لوگ خودکشی کرنے پر مجبور ہیں۔ آٹے کی قلت نے عوام کی زندگی اجیرن بنادی ہے۔ اگر حکومت بلوچستان نے بولان روڈ کو جلد تعمیر نہیں کی تو آٹے کی قیمتوں میں دگنا اضافے کا خدشہ ہے آج چمن میں ایک آٹا ڈیلر حاجی شکور نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر محمد صدیق مدنی کو بتایا کہ اگر بلوچستان حکومت نے بولان راستہ بڑے گاڑیوں کیلئے کلیر نہیں کی ایک تو آٹے کا مزید بحران آتا ہے۔ دوسری بات قیمت بھی دگنا اضافہ کا خدشہ ہے کیونکہ دوسرے صوبوں کے روڈوں پر آنے ایک پارسل آٹا پر 9 سو روپے لیکر 11 سو روپے خرچہ آتا یہ سارا بوجھ غریب کے جیب پر پڑیگا ایک طرف طوفانی بارشوں سے لوگ بہت زیادہ متاثر ہوئے دوسری بات صوبہ کی اکثر روڈ بند ہے اب آٹے کے علاوہ چینی گھی اور اجناس کے اکثر چیزوں کی قیمت میں دگنا اضافے کا خدشہ ہے۔ ہم تاجر برادری اور آٹا ایسوسی ایشن حکومت بلوچستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے غریب عوام پر رحم کریں روڈ و کی مرمت جنتی جلدی ہوسکے کرلیں بڑے گھرانے اور سفید پوش لوگ کافی متاثر ہوئے کاروبار نہیں ہے مہنگائی آسمان کو چھورہی ہے غریب عوام فقہ کشی پر مجبور ہے حکومت کی جانب سے امداد ایک بڑا دھوکہ ہے ایک کلو دال دو کلو چینی گھی سے غریب کی ایک دن کی چولا بھی نہیں چلیگا شیر خوار بچے عورتیں اکثر بیماری کا شکار ہے حکومت پوری طور اقدامات کریں

(محمد صدیق)

تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف احتجاج

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ اسپورٹس ڈیپارٹمنٹ کے درجنوں ملازمین نے تین ماہ سے تنخواہ نہ ملنے پر اسپورٹس کمپلیکس کے باہر حکومت کے خلاف شدید احتجاج کیا اور نعرہ بازی کی۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ تین ماہ سے تنخواہ ادا نہیں کی گ ءجس کی وجہ گھروں میں نوبت فاقوں تک پہنچ گی ہے۔

مظاہرین کا کہنا ہے کہ پنجاب بھر میں آٹھ سو سے زائد ڈیلی ویجز ملازمین ہے۔ جن کو تنخواہیں ادا نہیں کی گی۔ احتجاجی مظاہرین نے حکومت پنجاب سمیت اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ ڈیلی ویجز ملازمین کو فوری طور پر تنخواہ دی جائے تاکہ وہ اپنی زندگی آسانی سے گزار سکیں۔

(اعجاز اقبال)

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:	

2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ

3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع

4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں

5-وقوعہ کیسے ہوا؟(مختصر تفصیل)	
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل	

7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کارکن	دیگر(تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	

15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آ سکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کرکے بھیجیں

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موئثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلا وطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جاسکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جاسکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
دفعہ - 21	(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو و نما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر : مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

سرورق ڈیزائنر: زہرہ عامر
کمپوزر: جمال احمد، سید رضا شاہ